دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 8، اپریل 2017ء

ماہنامہ

فہمِ دین

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +92 316 2881088

مجھے مدد کرنی ہے

فرض شناسی

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

علم کامیابی کا زینہ مگر کون سا

BAITUSSALAM

1
Arabian
Pg2

زیرسرپرستی

مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فہم و فکر — پیشِ نظر

کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینۂ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08

مضامین

آنکھوں کی حفاظت کیجیے	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
نئی نسل اور ہماری ذمہ داری	قاری عبدالرحمان	12
مجھے مدد کرنی ہے	اختِ احمد	14
فاتح صقلیہ	حذیفہ رفیق	16
علم کامیابی کا زینہ، مگر کونسا؟	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	22

خواتینِ اسلام

کھانے پینے کے آداب و احکام	معلّمات مرکز فہمِ دین	25
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	29
صراطِ مستقیم	بنتِ محمود	30
تہوار	وزیہ ظفر	32
فرض شناسی	سویرا فلک	34

باغیچہ اطفال

ننھے ادیب		36
بچوں کے فن پارے		37
انعامات ہی انعامات		38
ظرف کے ظروف	ڈاکٹر الماس روحی	39
اتفاق میں برکت ہے	اُمّ زین العابدین	40

بزمِ ادب

نبھایا خوب مولانا امامت کا فریضہ ہے	عبدالواحد	42
زندگی	جوہر عباد	43
آج کے مومن کی شان		43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین کراچی

اپریل 2017ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0314-2981344 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

مدیر کے قلم سے

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

گریٹ گیم کے مرکزی مُہروں کا تو بس نہیں چلتا کہ وہ ہمارے حصے بخرے کر کے دُنیا کے نقشے سے ہمارا نام و نشان ہی مٹا دیں۔ انھوں نے امتِ مسلمہ کے لیے جہاں اور بہت سی تقسیمیں سوچ رکھی ہیں' وہیں ایک تقسیم اسلام اِزم اور سیکولرِازم کی بھی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ مادیت کے اندھے طوفان اور میڈیا کی بے لگام یلغار نے ہماری شکل و صورت اور ہماری ثقافت و تہذیب کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے اور دشمن اس ظاہری تقسیم کا فائدہ بھی اُٹھا رہا ہے کہ وہ داڑھی ٹوپی والوں کو ایک دھڑا بنا کر دِکھاتا ہے اور کلین شیو اور پینٹ شرٹ والوں کو دوسرا دھڑا بنا کر۔ اچھا یہ ایسا سلو پوائزن ہے کہ عرصہ دراز سے دیکھتے دیکھتے اب ہمارے دِل و دماغ میں بھی یہ فرق بیٹھ گیا ہے کہ ہم بھی اپنے گھروں' محلوں اور دفاتر میں اسی تقسیم کو کسی درجے میں ماننے لگ گئے ہیں۔

تعلیمی اداروں اور نصابوں کے فرق نے' مسلم اور غیر مسلم ممالک کے ماحولوں نے' حتیٰ کہ الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پر مغرب کی مادر پدر آزاد ثقافت کی یلغار نے ہماری شکل و شباہت کو بلاشبہ متاثر کیا ہے' لیکن کیا سالہا سال سے مادیت کی چڑھنے والی اس دبیز تہ کی وجہ سے یا میڈیا کے مسلسل پروپیگنڈے کی وجہ سے دشمن ہمارے دِلوں سے اسلام اور نبی کریم ﷺ کی محبت بھی ختم کرنے میں کام یاب ہو جائے گا؟ اس کا جواب یقیناً دوٹوک الفاظ میں ''نہیں'' کے ساتھ دیا جا سکتا ہے۔

ماضی میں عامر چیمہ اور ممتاز قادری کی مثال ہمارے سامنے ہے اور ابھی حال ہی میں جناب جسٹس شوکت عزیز صاحب اس کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ ان واقعات سے پہلے ہو سکتا ہے کہ کوئی انھیں سیکولرزم کے نمائندے سمجھتا ہو' لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ شکل و صورت کی حد تک تو مولوی اور غیرِ مولوی کی تقسیم درست ہو سکتی ہے' مگر اسلام کی محبت اور ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے ہم سب ایک اور متحد ہیں۔ کفر محبتِ رسول ﷺ کی جس چنگاری کو تھپک تھپک کر سُلانے یا کھرچ کھرچ کر نکالنے کے گھناؤنے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے یک جا ہو چکا ہے' اس کا یہ سپنا کبھی پورا ہونے والا نہیں ہے' کیوں کہ

چھلکتی ہے مری آنکھوں میں بیداری سی کوئی
دبی ہے جیسے خاکستر میں چنگاری سی کوئی
تڑپتا تِلملاتا رہتا ہوں' دریا کی مانند
پڑی ہے ضرب' احساسات پر کاری سی کوئی

ہاں یہ بات ہم سب کے لیے فکر مندی کی ضرور ہے کہ مادیت کی جس دوڑ میں مغرب اپنا سب کچھ ہار چکا ہے اور آزاد معاشرے کے حسین سانپ سے زخم خوردہ ہو کر خاندانی نظام سے محروم ہو چکا ہے' ہمارے دِل و دماغ ابھی تک اسی کی کش مکش میں مبتلا ہیں کہ دِل تو رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہے' مگر عقل مغرب کی اندھی پرستار بنی ہوئی ہے اور ہماری زندگی غالبؔ کے اس شعر کا مصداق بنی ہوئی ہے کہ

ایماں مجھے روکے ہے' جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے' کلیسا مرے آگے

جب تک ہم اس دوئی سے نکل کر توحید کے قائل نہیں ہوتے اور دِل کے ایمان اور عقل کی تسلیم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی مکمل اطاعت اور اسلام میں مکمل داخل نہیں ہوتے' تب تک دشمن ایسی ناپاک جسارتیں کرتا رہے گا۔ قارئین! ہم مانیں یا نہ مانیں' مگر جلد یا بدیر ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی ہی پڑے گی کہ دشمن اُس وقت تک ہمیں للچائی نظروں سے دیکھتا رہے گا اور یہ شرم ناک حرکتیں کرتا رہے گا' جب تک اسلام اور مغربیت کی یہ کش مکش ہمارے اپنے دل و دماغ میں جاری ہے۔

اچھا دوسری اہم بات یہ ہے کہ اسی ایمان اور مادیت کا ایک اور معرکہ ڈیڑھ' دو مہینے میں سامنے آنے والا ہے' جب سخت گرمی میں خشک ہونٹوں سے ٹھنڈے پانی کی موجودگی میں صرف ایمان کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے روزہ مکمل کرنا ہوگا۔ مدینہ کے منافقین نے جب سخت گرمی کا بہانہ کیا تھا تو اللہ نے نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا کہہ کر بہت پیارا جواب دیا تھا کہ ''جہنم کی گرمی اِس دُنیا کی گرمی سے کہیں زیادہ ہے۔'' جسے یہ جواب یاد رہے گا' اس کے لیے رمضان جنت کی بہار بن جائے گا اور ہاں قارئین! فہمِ دین اس معرکے میں آپ کے ساتھ رہے گا ''رمضان المبارک ۔۔۔ خصوصی اشاعت'' نکال کر۔ فہمِ دین اس خصوصی اشاعت میں رمضان کے فضائل بتا کر' روزے پر ملنے والے انعامات دِکھا کر اور مادیت کی دھوکا دینے والی روشنیوں سے ہوشیار کر کے شیطان کو ناکام بنانے' ایمان کو مضبوط بنانے اور رحمان کو راضی کرنے کی کوششوں میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے گا۔

قارئینِ گرامی! ہمارے جو قلم کار ایمان اور مادیت کے اس معرکے میں ہر سال کی طرح اس بار بھی فہمِ دین کا ساتھ دینا چاہیں تو وہ ضرور چھ سات سو الفاظ پر مشتمل' ایمان سے بھرپور ایک منفرد سی تحریر لکھ کر 25 اپریل سے پہلے پہلے ہمیں پوسٹ یا واٹس اَپ کر دیں' ورنہ پھر صفحات کی کمی یا انتہائی تاخیر سے وصول ہونے پر ''معذرت کا ٹیگ'' لگانا ہماری مجبوری بن جاتا ہے' اس لیے اب آپ اس رسالے کے صفحات تو ضرور پلٹتے جائیے' مگر ذہن میں ''رمضان المبارک ۔۔۔ خصوصی اشاعت'' کا مضمون بھی پکانا شروع کر دیجیے اور پھر دھیرے سے قلم اٹھائیے اور کاغذ کے سینے میں ایک پُر اثر تحریر نقش کر کے ہمیں ارسال کر دیجیے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

آلِ عمران: 15-23

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ 15

ترجمہ: کہہ دو! کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو ان سب سے کہیں بہتر ہے؟ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی طرف سے خوش نودی ہے اور تمام بندوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ 15

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 16

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ 16

الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ 17

ترجمہ: یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے ہیں، سچائی کے خوگر ہیں، عبادت گزار ہیں، (اللہ کی خوشنودی کے لیے) خرچ کرنے والے ہیں اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔ 17

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ 18

ترجمہ: اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے اور فرشتوں اور اہلِ علم نے بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے انصاف کے ساتھ (کائنات) کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جس کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔ 18

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا
جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ 19

ترجمہ: بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انھوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بل کہ علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا اور جو شخص بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے تو (اسے یاد رکھنا چاہیے کہ) اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ 19

فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ 20

ترجمہ: پھر بھی اگر یہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ: ”میں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے اور جنھوں نے میری اتباع کی ہے انھوں نے بھی۔“ اور اہلِ کتاب سے اور (عرب کے) ان پڑھ (مشرکین) سے کہہ دو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو ہدایت پا جائیں گے اور اگر انھوں نے منہ موڑا تو تمہاری ذمہ داری صرف پیغام پہنچانے کی حد تک ہے اور اللہ تمام بندوں کو خود دیکھ رہا ہے۔ 20

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ 21

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انصاف کی تلقین کرنے والے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں، ان کو دردناک عذاب کی ”خوشخبری“ سنا دو۔ 21

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ 22

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو چکے ہیں اور ان کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہیں ہوں گے۔ 22

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ إِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ 23

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا کہ انھیں اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے باوجود ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ کر انحراف کر جاتا ہے۔ 23

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِقَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةً فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ۔

ترجمہ… حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے دل کے لیے ہر میدان میں ایک شاخ ہے (یعنی ہر میدان میں آدمی کے دل کی خواہشیں پھیلی ہوئی ہیں) پس جو آدمی اپنے دل کو سب شاخوں اور خواہشوں میں لگادے گا اور فکر کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے گا تو اللہ کو پرواہ نہ ہوگی کہ کس وادی اور کس میدان میں اس کی ہلاکت ہو اور جو آدمی اللہ پر بھروسہ کرے (اور اپنی حاجتیں اس کے سپرد کرے اور اپنی زندگی کو اس کا تابع فرمان بنادے) تو اللہ تعالیٰ اس کی ساری ضرورتوں کے لیے کفایت کرے گا (اور اس کو دل کے اطمینان و سکون کے لیے وہ دولت نصیب ہو گی جو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے)۔ (ابنِ ماجہ)

تشریح… اصل پیغام اس حدیث کا یہ ہے کہ بندہ اپنی ساری ضروریات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور دنیوی ضرورتوں کے سلسلہ میں اپنی جدوجہد کو بھی اس کے احکام کے تحت کردے، پھر اللہ اس کے لیے کافی ہوگا اور وہی اس کی ضرورتیں پوری کرتا رہے گا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔ (رواہ احمد و الترمذی)

ترجمہ… حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! تُو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا اور دنیا و آخرت کی آفات و بلیات سے تیری حفاظت کرے گا۔ تُو اللہ کو یاد رکھ جیسا کہ یاد رکھنا چاہیے، اس کو تُو اپنے سامنے پائے گا اور جب تُو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ اور جب کسی ضرورت اور مہم میں تُو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد و اعانت طلب کر اور اس بات کو دل میں بٹھالے کہ اگر ساری انسانی برادری بھی باہم متفق ہو کر اور جڑ کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچائے تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر دی ہے، اس کے سوا کسی چیز سے نہیں اور اسی طرح اگر ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی جس سے نقصان پہنچنا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی تیرے لیے مقدر کر دیا ہے، اس کے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکے گا، اٹھ چکے قلم اور خشک بھی ہو چکے صحیفے۔ (مسند احمد و جامع ترمذی)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا نفع و نقصان اور دکھ آرام صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی بندے کو کوئی نفع یا نقصان یا دکھ یا آرام پہنچانا

چاہیں، تب بھی اللہ کے حکم اور فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ وجود میں وہی آئے گا، جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور قلم تقدیر کو بہت پہلے لکھ کر فارغ ہو چکا ہے اور اس کی تحریر خشک بھی ہو چکی ہے۔

ایسی صورت میں اپنی حاجت کے لیے کسی مخلوق سے سوال کرنا اور مدد مانگنا صرف نادانی اور گمراہی ہے، لہٰذا جو مانگنا ہو، اللہ سے مانگو اور اس سے لینے کی صورت یہ ہے کہ اِس کو اور اس کے احکام و حقوق کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد رکھے گا اور تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا اور دنیا و آخرت میں تم پر فضل فرمائے گا۔

2
Burger Shack

Pg7

گناہ اور توبہ

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

گناہ کسے کہتے ہیں؟ گناہ وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کہلائے۔ جس عمل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے‘ وہ گناہ ہے‘ چاہے لوگ اسے اپنے معاشرے میں پسند کریں‘ چاہے سوسائٹی میں اس کا رواج کتنا ہی زیادہ ہو جائے‘ چاہے اس گناہ کے کرنے والے کو لوگ بہت ہی اچھے القابات سے کیوں نہ پکاریں‘ لیکن وہ گناہ گناہ ہی رہے گا۔

ہماری حالت! آج کا بھولا انسان گناہ اسے سمجھتا ہے‘ جسے لوگ غلط سمجھیں‘ جسے معاشرہ گناہ سمجھے‘ جسے سوسائٹی بُرا جانے۔ آپ نے صبح کے وقت کسی پارک میں دیکھا ہو گا کہ ایک خاتون چہل قدمی کر رہی ہو گی‘ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہو گی‘ لیکن بے پردہ ہو گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ بے پردہ ہونا معاشرے کے اندر بُرا نہیں رہا‘ مرد سود کی قسطیں بھی لینے جا رہا ہو گا اور ہاتھ میں تسبیح بھی ہو گی‘ اس لیے کہ سود لینا معاشرے کے اندر بُرا نہیں رہا۔ رفاہی کام بھی بہت اونچے اونچے کرے گا‘ لیکن سال ہا سال گزرنے کے باوجود اس نے لوگوں کی ادائیگیاں روک رکھی ہوں گی۔ جھوٹ بھی اس کی عادت اور اس کا مزاج بن چکا ہو گا‘ اس لیے کہ جھوٹ بولنا اور دوسرے کی حق تلفی کرنا اب اس معاشرے میں بُرا نہیں رہا۔

گناہ کی مثال: گناہ کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی زہر پر مٹھاس لگا کر اسے نگل لے‘ بظاہر اوپر سے میٹھی‘ لیکن اندر سے زہر ہے‘ موت ہے۔ گناہ کرنے میں بھی لذت ہے‘ لیکن حقیقت میں روحانی موت ہے۔ گناہ کی حقیقت ایسی ہے جیسے ایک خارش زدہ شخص اپنے آپ کو کھجاتا ہے تو کھجانے میں اسے وقتی طور پر تو بڑا مزہ آتا ہے‘ لیکن اس کے بعد اس کھجائی ہوئی جگہ سے پیپ نکلتی ہے‘ زخم پڑ جاتے ہیں‘ جلن ہوتی ہے۔

یہی حال گناہ کا ہے کہ بظاہر تھوڑی دیر کی لذت ہے‘ پھر بے چینی ڈیرے ڈال لیتی ہے‘ نیندیں اڑ جاتی ہیں‘ سکون ختم ہو جاتا ہے‘ راحت ختم ہو جاتی ہے‘ دل اچاٹ ہو جاتا ہے‘ زندگی کے لطف سے یہ شخص محروم ہو جاتا ہے۔ تو گناہ کی حقیقت کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ گناہ دراصل ”اللہ کی نافرمانی“ ہے۔

گناہ گاروں کی اقسام: گناہ گاروں کی تین اقسام ہیں۔

ایک وہ ہے جو گناہ کرتا ہے اور سرے سے گناہ ہی کا انکار کرتا ہے کہ یہ کوئی گناہ تھوڑی ہے۔

دوسرا وہ جو گناہ کرتا ہے اور اس گناہ کو جائز بنانے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔ مانتا ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے‘ لیکن بہانے بناتا ہے کہ یہ وجہ ہے‘ یہ وجہ ہے۔

تیسرا وہ ہے جو گناہ کرتا ہے اور اقرار کر لیتا ہے‘ اقراری مجرم بن جاتا ہے‘ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتا ہے۔

اللہ کی حکمت: اللہ حکیم ہے نا۔ جب اس نے انسانوں کے اندر یہ چیزیں پیدا کی ہیں تو ان کا علاج بھی ساتھ بھیجا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی‘ لیکن انھوں نے اعتراف کیا‘ گناہ کا اقرار کیا تو اللہ نے معاف فرما دیا۔ تو گناہ تو انسان کی طبیعت کے اندر ہے‘ اس کے اندر گناہ کا میلان ہے‘ لیکن بہترین انسان وہی ہے‘ جو خطا کرنے کے بعد اس پر شرمندہ ہو‘ نادم ہو اور اسے آئندہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ معافی مانگے۔

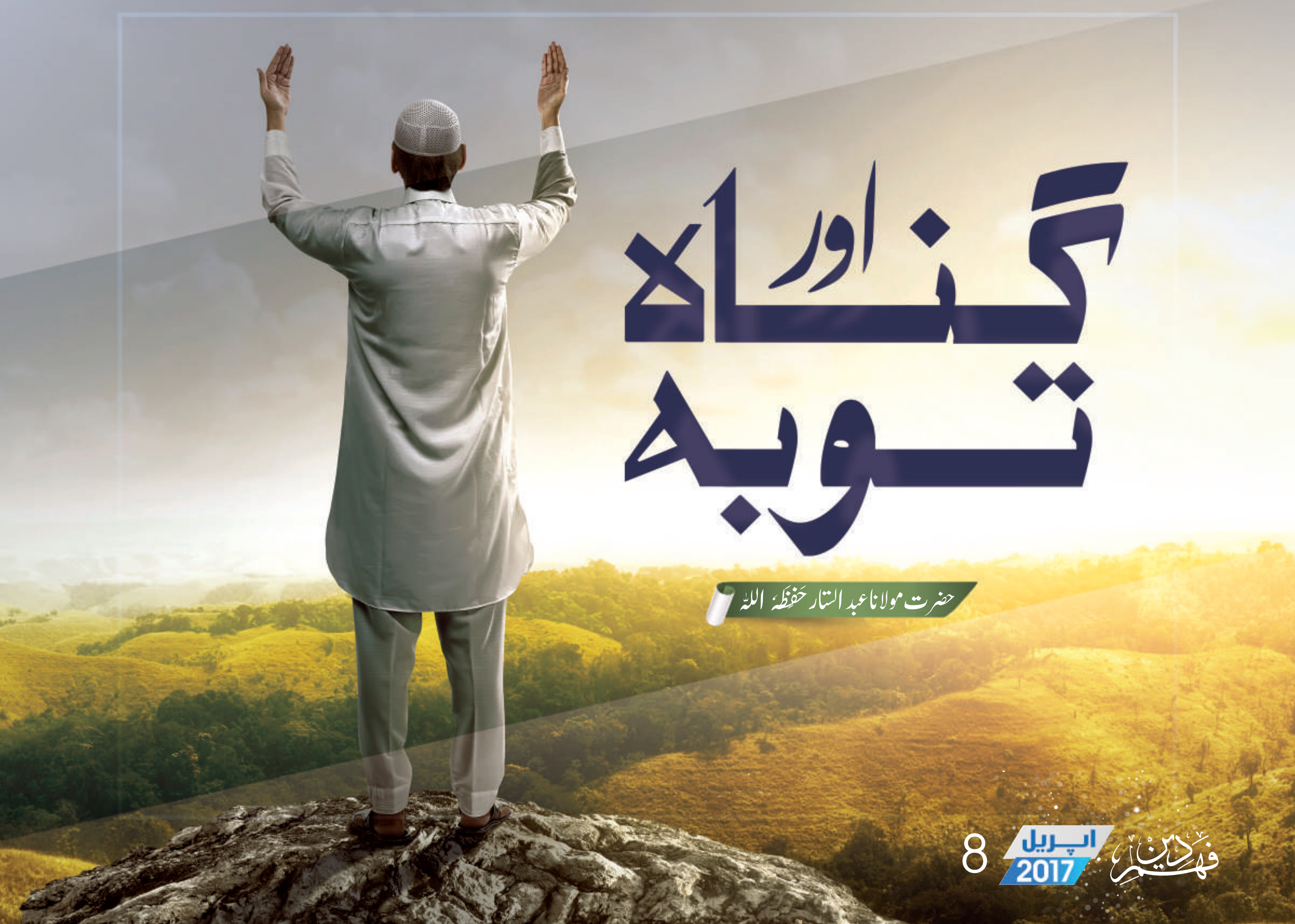

توبہ کی حقیقت: ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا: ”حضرت! آپ مجھے یہ تو بتائیں کہ توبہ کیا ہے؟“
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”توبہ تو ندامت ہے۔“
اسی طرح ایک مرتبہ ایک سائل نے حضور ﷺ سے سوال کیا: ”اے اللہ کے رسول! توبہ کیا ہے؟“ (یعنی اس کی حقیقت کیا ہے؟)
آپ ﷺ نے فرمایا: ”ندامت۔“ (یعنی توبہ کی حقیقت ندامت ہی ہے۔)
توبہ کا پہلا رکن یہ ہے کہ انسان کے اندر ندامت، شرمندگی اور احساسِ زیاں پیدا ہو جائے، اپنے ماضی پر ندامت اور شرمندگی ہو۔ یہ احساس ہو جائے کہ آج میں نے اپنے محسن کو کتنا ناراض کیا ہے۔ اس کی طرف سے نعمتوں کی برسات ہو رہی ہے اور میری طرف سے اس کا بدلہ نافرمانی کی صورت میں دیا جا رہا ہے۔ یہ ندامت و احساس پیدا ہو جائے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا آئے گا جس کے گناہ بکثرت ہوں گے، مگر وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو گا تو اللہ رب العزت صرف احساسِ ندامت کی وجہ سے اس کو جنت نصیب فرما دیں گے، اس لیے ندامت مغفرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

توبہ کی شرائط

توبہ کرنے سے پہلے چند امور کا لحاظ رکھنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

- **پہلی شرط:** سچی ندامت پیدا ہو جائے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ ندامت کا ایک انداز اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں ذکر فرمایا ہے: ”اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہو گئیں (زندگی تنگ کر دی گئی) اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ سے پناہ (ملنا) اللہ کے (در کے) علاوہ کہیں اور ممکن نہیں ہے، پھر اللہ ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ توبہ کر سکیں۔“ سبحان اللہ! ندامت کا اتنا غلبہ ہو کہ یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود بھی تنگ لگنے لگ جائے، طبیعت کے اندر سخت گرانی ہو جائے، طبیعت گھٹنے لگے۔ جب یہ کیفیت آ جاتی ہے تو پھر جو توبہ کی جاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتے ہیں۔
- **دوسری شرط:** فوراً فرائض کی ادائیگی شروع کر دی جائے۔ آج تک جو فرائض رہ گئے ہیں، ان کی ادائیگی شروع کر دی جائے۔
- **تیسری شرط:** جتنے حقوق ادا کرنا باقی ہیں (چاہے اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے) ان کی ادائیگی شروع کر دی جائے۔
- **چوتھی شرط:** مظلوم کا بدلہ (حق دار کو اس کا حق پہنچانا) کسی کی غیبت کی، کسی کا مال لیا، کسی کو تکلیف پہنچائی تو اس سے معافی مانگیں۔ اگر دنیا میں اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے دعائے خیر اور دعائے مغفرت کریں۔
- **پانچویں شرط:** یہ عزم ہونا چاہیے کہ اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔
- **چھٹی شرط:** آج تک جیسے گناہوں کی لذت چکھی ہے، اسی طرح اب فوراً ہی نیکیوں کی لذت چکھنا شروع کر دے۔

یہ توبہ کی حقیقت ہے، اگر ان شرائط کے ساتھ توبہ کی جاتی ہے تو پھر اللہ کی شانِ مغفرت جوش میں آتی ہے اور اللہ بندوں کے خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”بے شک میری رحمت میرے غصے پر غالب آ جاتی ہے۔“
شیطانی وسوسے: ضرورت اس بات کی ہے کہ توبہ اپنی حقیقت کے ساتھ ہو، اس لیے کہ شیطان دل میں بہت وسوسے ڈالتا ہے۔ ایک وسوسہ تو یہ ڈالتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں، توبہ کرنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے ہیں وہ معاف کر ہی دیں گے۔ اللہ یقیناً بہت معاف کرنے والے ہیں تو اللہ بہت رزق دینے والے بھی تو ہیں تو جس طریقے سے معافی کا مطلب ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ معافی کے لیے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تو پھر ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ کمانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، بس ہم گھر بیٹھ جائیں اور اللہ رزق خود ہی گھروں تک پہنچا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یقینا بہت معاف کرنے والے ہیں، لیکن اس کے لیے تائب ہونا پڑتا ہے، ندامت اختیار کرنی پڑتی ہے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا پڑتا ہے، گناہوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔
دوسرا وسوسہ شیطان یہ ڈالتا ہے کہ بسا اوقات آدمی کو ناامید کر دیتا ہے کہ تو نے تو بہت گناہ کیے ہیں، تیرے گناہ لاتعداد ہیں، کیسے معاف ہوں گے؟ اس وسوسے کے علاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اے نبی! آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجیے جو اپنی جانوں پر ظلم کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔“ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے مایوسی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ چاہے کتنے بھی گناہ کیے ہوں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر تو دیکھیں کہ وہ کتنی جلدی معاف کر دیتے ہیں۔
بسا اوقات شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ آج توبہ کریں گے، کل پھر گناہ ہو جائے گا اس لیے توبہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پھر تو یہ ایسا ہی ہے کہ ایک بیمار بندہ یہ کہہ دے کہ میں کل پھر بیمار ہو جاؤں گا، اس لیے مجھے آج علاج کروانے کی ضرورت نہیں لیکن کوئی شخص ایسا بھی نہیں کہتا یا بھوکا بندہ یہ کہے کہ شام کو پھر بھوک لگ جائے گی اس لیے صبح کھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس وسوسے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی توبہ کر لیجیے، پھر اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کر لیجیے گا، پھر ہو جائے تو پھر توبہ کر لیجیے گا۔ اس طرح بار بار توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔
توبہ کا طریقہ کیا ہے؟ سب سے پہلے تو ندامت کے ساتھ ساتھ ان تمام امور کی رعایت ضرور رکھیں جو پیچھے بیان کیے جا چکے ہیں اور ان کے بعد اہتمام کے ساتھ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ کی نیت کریں۔ بہتر یہ ہے کہ غسل بھی کر لیں، نئے کپڑے بھی پہن لیں، خوش بو بھی لگا لیں، پھر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ رب العزت نے آپ کے سارے گناہ نہ صرف معاف کر دیے ہیں بل کہ نامہ اعمال سے بھی مٹا دیے ہیں اور اگر توبہ اعلیٰ درجے کی ہو گی تو یقین رکھیے کہ اللہ رب العزت اس کی بدولت گناہوں کو نیکیوں سے بھی بدل دیں گے۔
توبہ پر استقامت کا نسخہ: تین چیزیں ہیں:
1۔ نیک صحبت 2۔ قیام الیل کا اہتمام 3۔ کثرت کے ساتھ ذکر
اس ذکر میں قرآن کی تلاوت بھی ہے، درود شریف بھی ہے، استغفار بھی ہے اور دوسرے اذکار بھی شامل ہیں۔ (اگر کسی صاحبِ نسبت سے تعلق ہے تو اس کے بتائے ہوئے اذکار کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔)
ان تین چیزوں میں پہلی اور سب سے اہم نیک صحبت ہے، کسی اللہ والے کا قرب ہو اور سچ کہہ رہا ہوں جب تک آدمی کسی اللہ والے کی صحبت اختیار نہیں کرتا تب تک اسے گناہوں کی فہرست ہی نظر نہیں آتی جب گناہوں کی فہرست ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گی تو توبہ کیسے کرے گا؟ غلطی ہو جائے گی گناہ ہو جائے گا۔ صرف اچھی صحبت ہی ایسی چیز ہے جس کی برکت سے توبہ پر استقامت مل سکتی ہے، اس لیے کہ اچھی صحبت سے اس کا احساس بیدار رہے گا۔

آنکھوں کی حفاظت کیجیے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اسلام ایک دینِ فطرت ہے، لہٰذا اس میں جنسی جذبے کی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال راستہ تجویز فرمادیا کہ نکاح کے ذریعے انسان اپنے اس فطری جذبے کی تکمیل کرے اور یہ نہ صرف جائز ہے بل کہ موجبِ اجر و ثواب بھی ہے۔ لیکن اس نکاح کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنے والے لوگ حد سے گزرنے لگے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ تو بہت مختصر استعمال فرمایا کہ وہ حد سے گزرنے والے ہیں۔ لیکن اس کے مفہوم میں بہت سی خرابیاں داخل ہو جاتی ہیں۔ چناں چہ جو شخص نکاح کے رشتے کے باہر اپنے جنسی جذبے کی تسکین کرنا چاہے وہ شخص معاشرے کے اندر فساد اور بگاڑ پھیلاتا ہے۔

پہلا حکم: نگاہ کی حفاظت: شریعت نے جہاں ناجائز جنسی تسکین کا راستہ بند کیا اور اس کو حرام قرار دیا تو اس کے لیے فضا بھی ایسی سازگار پیدا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے وہ تمام دروازے بند فرمائے جو انسان کو بدکاری کی طرف لے جانے والے ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلا حکم نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا کہ اپنی نگاہ کو پاکیزہ رکھو، اور اس کو غلط جگہ پر استعمال نہ کرو، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نظر شیطان کے زہر کے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

بعض اوقات صرف ایک نگاہ انسان کے دل کی حالت کو خراب کر دیتی ہے، اس میں فساد پیدا کر دیتی ہے۔ بعض اوقات ایک غلط نگاہ کے نتیجے میں انسان کی سوچ، انسان کی فکر، اس کے خیالات، اس کے جذبات اور بعض اوقات اس کا کردار بھی خراب ہو جاتا ہے اس لیے شریعت نے پہلا پہرہ انسان کی نگاہ پر عائد فرمایا۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں: نگاہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر کوئی انسان بینائی سے محروم ہو تو وہ لاکھوں کروڑوں روپیہ بھی خرچ کر کے یہ نعمت حاصل نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت ہمیں مفت میں بغیر کسی معاوضے کے عطا فرما رکھی ہے، اس لیے اس نعمت کی قدر نہیں ہوتی اور یہ نعمت پیدائش سے لے کر مرتے دم تک تمہارے ساتھ رہتی ہے یہ نازک اتنی ہے کہ اگر ذرا اس کے اندر کوئی بال آجائے، ذرا خراش لگ جائے تو یہ بے کار ہو جائے، لیکن اتنی نازک مشین پوری زندگی انسان کا ساتھ دیتی ہے اور اس طرح ساتھ دیتی ہے کہ نہ اس کی سروس کی ضرورت ہوتی ہے نہ اس کو پٹرول اور تیل کی ضرورت ہے بل کہ اللہ تعالیٰ آٹومیٹک نظام کے تحت اس کی سروس بھی کرتے رہتے ہیں اور اس کو غذا بھی پہنچاتے رہتے ہیں، چناں چہ بھوک مٹانے کے لیے کھائے جانے والے لقمے کے ذریعے اللہ تعالیٰ باقی جسم کی طرح آنکھ کو بھی غذا پہنچاتے ہیں۔

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں: کسی نامحرم خاتون کو لذت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھنے کو گناہ قرار دیا گیا اور فرمایا کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے، حدیث شریف میں ہے: آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے جب نگاہ محفوظ ہو گی تو خیالات بھی پاکیزہ ہوں گے، جذبات بھی پاکیزہ ہوں گے، اور اعمال بھی پاکیزہ ہوں گے۔

شرم گاہ کی حفاظت آنکھ کی حفاظت سے ہے: قرآن کریم میں حکم ہے کہ: اے محمد ﷺ! آپ مومنوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور یہ تمہارے لیے پاکی حاصل کرنے کا بہترین راستہ ہے اور عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس کے ذریعے یہ بتا دیا کہ شرم گاہ کی حفاظت کا آغاز آنکھ کی حفاظت سے ہو، اور جب آنکھ محفوظ رہے گی تو پھر تمہاری شرم گاہ بھی محفوظ رہے گی اور تم بدکاری سے محفوظ رہو گے۔ یہ حکم کسی مولوی اور ملا کا بیان کردہ نہیں ہے، بل کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن کریم کے اندر بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا دھیان: ہمتیں کمزور ہو گئیں ہیں۔ ایک مومن کے اندر اپنے آپ پر قابو پانے کا جو ملکہ ہونا چاہیے وہ کمزور پڑ گیا ہے، اس کی وجہ سے چاروں طرف بدنظری کا فتنہ پھیلا ہوا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شریعت کے جس حکم پر عمل کرنا جس وقت مشکل ہو جاتا ہے اتنا ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے فضل و کرم ہوتا ہے اور اتنا ہی اس حکم پر اجر و ثواب بھی زیادہ دیا جاتا ہے۔

اچٹتی نگاہ معاف ہے: اگر بلا ارادہ کسی نامحرم پر نگاہ پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہے اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ حکم یہ ہے کہ جب بے اختیار نگاہ پڑے تو فوراً ہٹا لو۔ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا: یعنی پہلی نگاہ تمہارے لیے ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، لیکن اگر دوسری نگاہ ڈالی اور اس کو باقی رکھا تو یہ گناہ ہے اور قابل مؤاخذہ ہے، لہٰذا اگر کبھی بلا اختیار نگاہ پڑ جائے تو یہ سمجھ کر فوراً ہٹائے کہ یہ میرے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

بڑی لذت کا وعدہ: نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں یہ وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نگاہ کو غلط جگہ سے ہٹالے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی ایسی روحانی لذت عطا فرمائیں گے جس کے آگے بدنگاہی کی لذتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہیے یا اللہ! میں کمزور ہوں، بے ہمت ہوں، اے اللہ! جب آپ نے یہ کام گناہ قرار دیا ہے تو اپنی رحمت سے مجھے ہمت بھی عطا فرمائیے اور مجھے اس بات کی توفیق عطا فرمائیے کہ میں آپ کے اس حکم پر عمل کر سکوں، اور آپ کی دی ہوئی اس نعمت کو صحیح استعمال کر سکوں۔

3 Shangrilla Pg11

اساتذہ کی عدمِ دِل چسپی کے دو نقصانات

نسل نو کو کار آمد بنانے میں اساتذہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے ' بل کہ بعض اوقات ان کی اہمیت اور حیثیت والدین سے بھی بڑھ جاتی ہے 'لیکن ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اساتذہ اپنی ذمے داری پوری نہیں کر رہے ہیں اور ان کے اس رویے اور عمل کی وجہ سے معاشرے کو دہرا نقصان ہو رہا ہے۔

1۔ایک نقصان تو یہ ہے کہ نسل نو کو ہم کار آمد نہیں بنا پا رہے۔

2۔دوسرا نقصان یہ ہے کہ انہی اساتذہ نے معلمین و مدرّسین کی نئی کھیپ تیار کرنی ہے تو ان حالات میں کار آمد اساتذہ کی تیاری کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اساتذہ کی محنت کو داغ دار کرنے والے دو اہم اسباب

ہم بہت زیادہ تفصیل میں جائے بغیر ان اسباب کا جائزہ لیتے ہیں جو اساتذہ کی محنت کو داغ دار یا کم از کم بے نتیجہ بنا رہے ہیں۔

روزگار یا تعمیرِ قوم: سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ آج کل استاذ ہونا محض روزگار کا ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔ طلبہ سے محبت نہیں' پیشے سے وفا نہیں' بل کہ ساری توجہ مراعات اور پیسوں پر ہے۔

تربیت کا فقدان: دوسری اہم بات یہ ہے کہ چوں کہ مدارس اور اسکول بہت زیادہ ہوگئے ہیں' اس لیے اساتذہ کی تعداد میں بھی بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے' لیکن پڑھانے اور تدریس کرنے کی تربیت کا بالکل کوئی اہتمام نہیں رہا۔ گورنمنٹ ایک لولا لنگڑا کورس کرواتی ہے' جو لوگ وہ کورس کرتے ہیں' انھیں استاذ نہیں رکھا جاتا اور جنھیں استاذ رکھا جاتا ہے' وہ اکثر سفارشی ہوتے ہیں' اس لیے غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی کثرت ہونے لگی ہے اور پرائیوٹ اسکولوں میں تو عموماً سارے ہی اساتذہ غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔

اچھا پھر چھوٹے بچوں کو پڑھانا زیادہ مشکل ہے' اس لیے ان کو پڑھانے کے لیے ایسے اساتذہ مقرر کیے جائیں' جو نہ صرف زیادہ تعلیم یافتہ ہوں' بل کہ تربیت یافتہ بھی ہوں' لیکن صورت حال یہ ہے کہ عام طور پر چھوٹے بچوں کو کم تعلیم یافتہ 'نو عمر' نا تجربہ کار اور غیر تربیت یافتہ اساتذہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ان حضرات و خواتین کو استاذ اور استانی کہنا بھی غور طلب ہوتا ہے' چہ جائیکہ ان سے یہ توقع کی جائے کہ وہ پڑھائیں گے اور ان کی مدد سے اس معاشرے کو کار آمد نسل ملے گی۔

اس لیے ہماری گزارش ہے کہ تعلیمی اداروں کے منتظمین کو اس مسئلے کا حل سوچنا چاہیے۔

نئی نسل اور ہماری ذمہ داری

آخری قسط

قاری عبد الرحمان

بڑے بڑے تعلیمی اژدھے اور مگرمچھ

ہمارے بچے میٹرک تک تو کسی نہ کسی طرح بہتر وقت گزار لیتے ہیں' والدین اور اساتذہ بھی کچھ نہ کچھ ان کو قابو کر ہی لیتے ہیں' تمیز اور اخلاق میں بھی چند ایک کے سوا کسی سے کوئی بڑی شکایت نہیں ہوتی' لیکن بچہ جوں ہی میٹرک سے فارغ ہوتا ہے یوں لگتا ہے کہ بڑے بڑے اژدھے اور خشکی کے مگرمچھ ان کو ہڑپ کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں' دل چسپ بات یہ ہے کہ یہ انتہائی خوب صورت عنوان سے اور بڑے طریقے قرینے اور سلیقے سے اپنے جال میں پھنساتے ہیں' دیکھیے کون کون اس میں شامل ہے۔

1۔ تعلیمی ادارے

سرکاری اداروں کے در و دیوار اور پورا ماحول اپنی زبوں حالی کی تصویر پیش کرتے ہیں' ان کی تو ہم بات ہی نہیں کر رہے' پرائیوٹ تعلیمی ادارے جو بہتر مستقبل کی ضمانت کے نام سے نونہالانِ وطن کو گھیرتے ہیں اور ایسا زہر انڈیلتے ہیں کہ الامان والحفیظ' سارے ادارے یقیناً ایسے نہیں' لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہی ہوتی ہے۔

2۔ مختلف قسم کی این جی اوز

مختلف قسم کی این جی اوز نوجوان طلبہ کو؛

- تعاون کی پیش کش کرتی ہیں اور اپنا رکن بناتی ہیں'
- خلقِ خدا کی خدمت کے نام پر اپنے مذموم مقاصد کے لیے تیار کرتی ہیں'
- طلبہ کو پرکشش مراعات کا لالچ دیتی ہیں'
- کمانے کے ڈھنگ سکھاتی ہیں'
- بعض این جی اوز بذاتِ خود فحاشی اور بے حیائی کا مرکز ہوتی ہیں۔

3۔ سیاسی و نیم سیاسی جماعتیں

ہر سیاسی جماعت علانیہ اور غیر اعلانیہ طور پر کالج میں داخلہ لینے والے طلبہ کو گھیرتی ہے' چوں کہ ماحول اسکول سے یک دم مختلف ہوتا ہے اور میٹرک سے کالج کا سفر طے کرنے میں عموماً ان بچوں کا کوئی رہنما نہیں ہوتا کہ وہ کیا پڑھیں' کیا نہ پڑھیں' ان میں صلاحیت کس چیز کی ہے؟ لہٰذا سیاسی و نیم سیاسی جماعتوں کے ونگ انھیں بڑے طریقے سے پھانستے ہیں اور بالکل بھولے بھالے پرندوں کی طرح قوم کے یہ نونہال بھی ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

4۔ ملازمین کی تلاش

ایسے ادارے جنھیں ملازمین کی تلاش ہوتی ہے اور جو بچے کسی وجہ سے پڑھائی جاری نہیں رکھ سکتے' وہ ان کے لیے کام پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ایک طرف ان بچوں کی ناتجربہ کاری' کم عمری اور دوسری طرف ان اداروں میں بیٹھے ہوئے گھاگ قسم کے منیجر اور کرتے دھرتے' یہ سب ان طلبہ سے اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں' لیکن ان کا عنوان اتنا خوش کن ہوتا ہے کہ جیسے قوم کے بہت ہم درد رہنما اور نہ جانے کیا کچھ ہیں' چناں چہ ناپختہ ذہن کے بچے بے خبری میں مارے جاتے ہیں۔

پھر کیا ہوتا ہے؟

قوم کے یہ نونہال جس طرح ان سیاسی جماعتوں اور شخصیات کے چکر میں آتے ہیں اور یہ جماعتیں ان کے کمزور پہلوؤں کو جس طرح استعمال کرتی ہیں' اس کے اثرات معاشرے میں ہر طرف دیکھے جاسکتے ہیں۔ قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں' ضابطوں اور اصول و قواعد سے نہ صرف چشم پوشی کی جاتی ہے' بل کہ نئے نئے طریقے اور ہتھکنڈے سکھائے جاتے ہیں' قومی وسائل کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ جھوٹ اور فریب کی سیاست ہوتی ہے' خود غرضی اور ہوس کے منصوبے ہوتے ہیں' بد دیانتی اور بے اصولی سے معاملات طے ہوتے ہیں' غرضیکہ پہلی سے لے کر دسویں تک نونہالوں کو اخلاق اور تہذیب کی جو تعلیم دی جاتی ہے' گھر میں والدین جو تھوڑی بہت محنت کرتے ہیں' وہ چند دن میں صاف ہو جاتی ہے۔ قوم کے دو تہائی نونہال ان سیاسی جماعتوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور آخر تعلیم کو خیرباد کہتے ہیں اور جو طالب علم لگن اور تڑپ سے کام میں لگے رہے' وہ بے چارے معاشرے میں عملی قدم رکھنے سے پہلے ہی کئی بار لٹتے ہیں اور پھر خود بھی لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس دور کی سب سے بڑی وبا اور مصیبت

اس دور کی سب سے بڑی وبا اور مصیبت موبائل فون ہے' نوجوان نسل جس تیزی سے تباہی کی طرف جا رہی ہے' اس میں ایک بڑا بل کہ بہت بڑا ہاتھ موبائل اور انٹرنیٹ کا ہے' اس مفید ترین ٹیکنالوجی سے تعمیری کام دس فیصد بھی نہیں لیا جا رہا' باقی نوے فیصد تخریبی اور منفی کام ہی لیا جا رہا ہے' اس طرح یہ نوجوان کسی کام کے قابل نہیں رہتے ان کے ذہن پراگندہ' ان کے اخلاق تباہ' ان کا کردار انتہائی قابلِ مذمت بل کہ قابلِ نفرت ہو جاتا ہے۔ پھر یہ معاشرہ اس نسل کو ایسی دوستیوں اور محبتوں میں جکڑ دیتا ہے' جہاں ماں باپ اور کسی خاندانی بزرگ کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رہتی' والدین اور سرپرست حضرات کی حیثیت ایک تماشائی یا رسمی سرپرست کی ہے' جب تک والدین اور سرپرست اولاد اور زیرِ تربیت بچوں کی بات مانتے رہیں معاملات ٹھیک رہتے ہیں' رہی سہی کسر میڈیا اور اس سے بھی بڑھ کر سوشل میڈیا نے نکال دی ہے' اس نے قوم کے اخلاق کا دیوالیہ کر دیا ہے' اس طرح یہ بہت مفید چیزیں معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن گئی ہیں۔

مجھے مدد کرنی ہے

اخت احمد

عائشہ خوش تھی، کیوں کہ کل اس کے اسکول کا پہلا دن ہے۔

''اماں! میں نے اپنا بیگ تیار کر لیا ہے۔''

''جی، میری بیٹی انشاء اللہ ایسا پڑھے گی کہ اپنے ملک و قوم کے لیے روشن سرمایہ بنے گی۔''

چناں چہ اگلے دن عائشہ اسکول گئی۔ بڑی خوش تھی۔ جب وہ گھر آئی تو اپنے کھلونوں سے کھیلنے لگی۔ کبھی کتابوں کو دیکھتی تو کبھی کھلونوں سے کھیلتی۔ اتنے میں سلمیٰ آنٹی گھر میں داخل ہوئیں اور انھوں نے اماں سے کچھ کہا۔ پھر جونہی ابا آئے تو اماں نے مشورہ کیا اور ہم کچھ ضروری سامان لے کر یہاں سے نکل گئے تو عائشہ کہنے لگی:

''اماں! ہم واپس کب آئیں گے؟ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ مجھے اپنے کھلونے تو لینے دیں۔'' مگر اماں نے کچھ جواب نہ دیا اور مسلسل ان کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔ اس دوران عائشہ خود ہی سمجھ گئی کہ شاید اب اپنے گھر واپسی ناممکن ہے، چناں چہ وہ بغیر کچھ کہے اپنے والدین کے ساتھ چل پڑی۔ لیکن ظالموں نے ان کے گھر کو ہی ڈھانے پر بس نہیں کیا، بل کہ اس معصوم عائشہ سے اس کی محبوب ماں بھی چھین لی اور اس معصوم عائشہ کے سامنے اس کی ماں کو شہید کیا اور وہ اپنے باپ کے ساتھ راستے میں لاکھوں لاشیں دیکھتی ہوئی ترکی میں داخل ہوئی تو وہاں اپنے جیسے کئی مغموم ہزاروں بچوں سے ملی، جن میں سے کسی کے باپ نہیں اور کسی کی ماں نہیں ہے تو کسی کے بھائیوں کو ظالموں نے چھین لیا ہے۔ سعدیہ باجی کہہ رہی تھی کہ ''یہ شامی بچوں کی کہانی ہے، وہ بھی بالکل تمہارے بچوں کی طرح کے بچے ہیں۔ آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہوتا ہے۔ اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے۔ آج ہمارے مسلمان بھائی تکلیف میں ہیں اور ہم مزے کر رہے ہیں۔ شامی نوجوان بھی ایک مسلمان نوجوان ہے اور آج یہ گٹار اور موسیقی کے درمیان کھڑا ہوا نوجوان بھی ایک مسلمان نوجوان ہے اور محمد بن قاسم بھی ایک نوجوان تھا، جو صرف ایک بہن کی پکار پر پورا لشکر لے کر اس کی حفاظت کے لیے آیا تھا۔

''ارے مسلمانو! جاگو... آج ان پر مصیبت آئی ہوئی ہے اور کل ہم پر بھی آسکتی ہے۔ آج ہم اسلامی اتحاد کو زندہ کریں گے تو کل کو کوئی ہماری بھی مدد کرے گا۔'' سعدیہ باجی کہے جا رہی تھی اور لڑکیوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں کہ اچانک ایک لڑکی کہنے لگی: ''لیکن باجی! ہم کیا کر سکتے ہیں ان کے لیے؟''

باجی: ''بہت اچھا سوال کیا فریحہ تم نے، دیکھو! ہم ان کی مالی امداد کر سکتے ہیں۔''

فریحہ: ''وہ کیسے؟''

باجی: ''آپ نے مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ کا نام تو سنا ہوگا؟''

فریحہ: ''جی۔''

باجی: ''ان کا بیت السلام ٹرسٹ ہے، جس میں وہ شام والوں کے لیے امداد جمع کر رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اس میں اپنا حصہ ڈال لیں، وہاں پر اپنا مال جمع کروا کے۔''

فریحہ: ''بہت شکریہ باجی۔ آج آپ نے میری مشکل حل کر دی۔ میں کتنے ہی دنوں سے پریشان تھی کہ کس طرح اپنے بھائیوں کی مدد کروں۔

4
Zaiby

Pg15

فاتحِ صِقِلیہ

حذیفہ رفیق

اٹلی کے انتہائی جُنوب میں ایک جزیرہ ہے "سِسلی"، جس کو عربی میں صِقِلیہ کہتے ہیں اور انگریزی میں Sicily کہتے ہیں۔ یہ بحیرہ روم کا سب سے بڑا جزیرہ ہے اور افریقہ کے ممالک میں تیونس سب سے قریب ہے۔ تیونس اور سِسلی کے درمیان بحیرۂ روم حائل ہے اور مشرق کی جانب سے آبنائے مسینا اس کو اِٹلی سے کاٹتی ہے، اب یہ اِٹلی کا ایک خود مُختار علاقہ ہے۔ یہ ایک مختصر پس منظر ہے۔ اس علاقے کا اور شاید بہت کم مسلمان یہ بات جانتے ہیں کہ یہ 25 ہزار 700 مربّع کلومیٹر پر پھیلا ہوا وسیع علاقہ تقریباً ڈھائی سو سال تک اسلامی حکومت کے زیرِ سلطنت رہا ہے۔ جس میں "آلِ کلبی" نے "امارتِ صِقِلّیَہ" قائم کی تھی اور پالرمو (Palermo) کو اپنا دار الحکومت بنایا تھا جو آج تک صِقِلّیَہ کا دار الحکومت ہے۔

صِقِلّیَہ میں مسلمانوں کی جانب سے غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک تاریخ کا ایک روشن باب ہے، جس کی گواہی اِٹلی کے ایک مشہور مؤرِخ "مائیکل اَماری" نے بھی دی ہے، چناں چہ مذکورہ مصنف کی ایک کتاب اِٹلی زبان میں "صِقِلّیَہ کے مسلمانوں کی تاریخ" ہے، جس میں اس نے ایک جگہ یوں کہا ہے: "اسلامی سلطنت کے زیرِ قیادت آنے سے صِقِلیّہ نے مادی اور انسانی اخلاقیات دونوں اعتبار سے ترقی کی ہے۔" اس کتاب میں مصنف نے اسلامی حکومت سے پہلے صِقِلّیَہ کی تہذیبی اور ثقافتی پستی اور خستہ حالی کو بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم اُس عظیم شخصیت اور بلند پایہ ہستی کی طرف آتے ہیں جسے تاریخ میں "فاتحِ صِقِلّیَہ" کے نام سے جانا گیا ہے، چناں چہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جزیرے کو فتح کرنے والے علمِ حدیث و فقہ کے طالب علم، امام مالک بن انسؒ کا شاگرد اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ (جو امام ابو حنیفہؒ کے قابل ترین شاگرد ہیں) کے تربیت یافتہ ہیں، جن کا نام اسد بن فُرات بن سِنان ہیں۔

مؤرخین نے انھیں افریقہ (یعنی براعظم افریقہ والوں) میں سے شمار کیا ہے۔ 144ھ میں ترکی کے علاقے "حرّان" میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ کم سِنی میں ہی قرآن کی تعلیم حاصل کر کے علمِ دین کی طلب کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے تیونس کے مشائخ سے علم حاصل کیا، پھر وہاں سے حجاز کا رُخ کیا، مدینہ منورہ میں امام مالکؒ سے "موطا" پڑھی۔ امام مالکؒ کی ان پر خصوصی نظر تھی۔ اسدؒ فرماتے ہیں: جب ہم مدینہ منورہ سے رخصت ہونے لگے تو میں اور میرے دو ساتھی حارث اور غالب ہم امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے الوداعی نصیحت طلب کی تو امام مالکؒ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "میں تمہیں اللہ کے ڈر اور تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور میں تمہیں امتِ مسلمہ کے ساتھ خیر خواہی کی تاکید کرتا ہوں۔" اسدؒ کہتے ہیں: "یہ امام مالکؒ کی فراست اور دور بینی تھی کہ انھوں نے مستقبل کا اندازہ کر کے مجھے اس کے مطابق نصیحت کی اور پھر میرے میرے دو ساتھیوں کو تقویٰ کی اور قرآن کی حفاظت و اہتمام کی اور علمِ دین کی خدمت اور نشر و اشاعت کی وصیت کر کے رخصت کیا۔"

اس کے بعد اسدؒ نے عراق کا رُخ کیا اور وہاں قاضی ابو یوسف (جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے کبار تلامذہ میں سے ہیں) کی مجالس میں شرکت کی۔ انھوں نے ان کے اندر ذہانت و ذکاوت کے آثار دیکھے تو اپنے خاص شاگرد (جو کہ امام اعظمؒ کے بھی شاگرد رہ چکے تھے) امام محمدؒ سے کہا کہ "یہ ایک پردیسی مسافر طالب علم ہے، اس کا خیال رکھو اور اس کو اپنے ساتھ رکھو۔" وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسد بن فُراتؒ ترقی کی منزلیں طے کرتے چلے گئے اور فقہ مالکی کے فقیہ، عالم اور امام بنے۔ ان کی کتاب "اسدیہ" نے اس زمانے میں بہت شہرت حاصل کی، علمی حلقوں میں اس کو کثرت سے پڑھا جانے لگا۔ ان کے زمانے کے بڑے بڑے علما و مشائخ نے ان کے علم و فقہ کی گواہی دی۔ کبھی کبھار اپنے سینے پر ہاتھ مارتے اور کہتے: "اگر میں اس دنیا سے چلا گیا تو یہ سارا علم جو میرے سینے میں ہے، میرے ساتھ رخصت ہو جائے گا۔"

ایک وقت وہ بھی آیا کہ یہ پردیسی اور نادار طالب علم جو علم کی خاطر در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا، اپنی علمی پیاس کو بُجھانے کے لیے جس نے حجاز کے تپتے ہوئے صحراؤں کو عبور کیا، خاک چھانی اور افریقہ کے جنگلوں میں راتیں بسر کیں، ایک براعظم سے دوسرے براعظم جانے کے لیے طویل مسافتوں کو کبھی اونٹ پر اور کبھی پیدل طے کیا اور جو عراق کی شاہراہوں پر سبیل سے پانی پیتا تھا اور اسی حالت میں ایک دفعہ امام محمدؒ نے دیکھ لیا، انھوں نے کہا: "تم سبیل سے پانی پی رہے ہو؟" اسدؒ نے مسکرا کر جواب دیا: "میں بھی تو ابنِ سبیل ہوں! (عربی میں مسافر کو

ابنِ سبیل کہتے ہیں) رات کو محمدؒ نے اسّی (80) دینار بھجوائے اور کہا: "مجھے آج پتا چلا کہ تم ابنِ سبیل ہو!!"

یہ سارے کٹھن راہ گزر طے کرنے کے بعد اور پُر مشقت حالات سے گزرنے کے بعد زمانے نے وہ دن بھی دکھائے جب یہ طالب علم اسد بن فُراتؒ افریقہ کے ایک بڑے علاقے کے جج اور قاضی مقرر ہوئے اور گورنرِ افریقہ کے مُشیرِ خاص طے پائے۔ سیاسی اور علمی دونوں حلقوں میں ان کا نام عظمت اور ادب سے لیا جانے لگا۔ بڑے بڑے علما اور رؤسا اور وزیر ان کے پاس باادب حاضر ہوتے تھے۔

کچھ عرصے بعد جزیرہ سلسلی کی بد عہدی کی وجہ سے امیرِ افریقہ نے ان پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ ہوا یوں کہ مسلمانوں کا اہلِ جزیرہ سے یہ معاہدہ تھا کہ کوئی مسلمان بھی اگر قیدی ہو کر ان کے پاس پہنچے گا تو اہلِ جزیرہ بلا تاخیر اور بِلا معاوضہ اس کو باعزت طور پر رہا کریں گے اور اسلامی حکومت میں پہنچانے کا انتظام کریں گے۔ امیر زیادۃُ اللہ (امیرِ افریقہ) کو خفیہ اطلاع پہنچی کہ جزیرہ سِلسلی میں کچھ مسلمان قید ہیں، یہ خبر سنتے ہی امیر نے ہنگامی اجلاس بلایا جس میں اس نے شہر کے قاضیوں، رئیسوں اور علما کو جمع کیا اور باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ ان کے سفیروں سے معلوم کیا جائے، اگر انھوں نے اعتراف کر لیا تو پھر ان پر بلا تاخیر لشکر کشی کر دی جائے۔ شہر میں موجود سفیروں کو دربار میں بلایا گیا۔ سب نے بلاتردّد اس بات کا اقرار کر لیا اور امیر نے لشکر روانہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اب اس بحری مُہِم کے لیے جو کہ دانش و عقل مندی کے ساتھ ساتھ ہمت و استقلال اور بلند ہمتی بھی چاہتی تھی، امیر نے شخصیات پر نظر ڈالنا شروع کی اور آخر کار نظرِ انتخاب جو ٹھہری وہ "اسد بن فُرات" پر ٹھہری۔ 212ھ میں اسد بن فُرات دس ہزار سپاہیوں کی کمانڈ سنبھالتے ہوئے "جزیرہ سِلسلی" کا رخ کر رہے تھے...

اسدؒ نے امیر سے کہا: "آپ نے مجھے قضا کے عہدے سے معزول کر دیا؟"

امیر نے جواب میں کہا: "ہرگز نہیں! تمھیں دونوں مناصب حاصل ہیں۔ تم قاضی بھی ہو اور اس لشکر کے کمانڈر بھی ہو۔"

جب یہ لشکر اسد بن فُراتؒ کی قیادت میں افریقہ سے روانہ ہونے لگا تو ان کے اعزاز میں امیرِ افریقہ زیادۃ اللہ بمع حاشیہ و وزراء اور شہر کے خواص و عوام سب نے گھروں سے نکل کر اس لشکر کو الوداع کیا اور کام یابی کی دعاؤں سے نوازا۔

گھوڑوں کی ہنہناہٹ... نقّاروں کی گونج... الوداع الوداع کی صداؤں کے درمیان یہ لشکر آگے بڑھتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ اپنی آخری منازل پر پہنچ کر اسد بن فُراتؒ نے حاضرین میں ایک مختصر سا خطبہ دیا (یعنی بیان کیا) جس میں انھوں نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی حقیقت سمجھانے کی کوشش کی، اس لحاظ سے یہ خطبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حمد و ثنا کے بعد وہ کہنے لگے:

"میرے عزیز مسلمان بھائیو! آج جو تم میرا بلند مقام اور عزت دیکھ رہے ہو تو اس کی حقیقت بھی سنو! غور سے سنو...! نہ میرے والد کبھی امیر و قائد بنے ہیں اور نہ میرے دادا کوئی صاحبِ مَنصب تھے بل کہ شاید میری پُشتوں میں بھی کسی نے ایسے مناصب نہیں دیکھے ہوں گے جو آج مجھے نصیب ہیں۔ اور میں یہاں تک کیسے پہنچا؟ تو اچھی طرح سن لو! یہ صرف قلم اور کاغذ کا کمال ہے اور میں جو کچھ آپ کو آج نظر آرہا ہوں، یہ علمِ دین کا مَرہونِ منّت ہے، چناں چہ اے لوگو! میری نصیحت یاد رکھنا اور دوسروں کو بھی پہنچا دینا۔ اپنے آپ کو علمِ الٰہی میں کھپا دو اور لگا دو۔ بس آخرت تو ہے ہی تمھاری، دنیا بھی ذلیل ہو کر تمھارے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گی۔ (بشرط یہ کہ نیت میں اخلاص ہو)"

بس پھر صِقلّیَہ کی فوجوں سے سامنا ہوا تو ان کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی، لیکن یہاں اسلامی لشکر کے سِپاہی، سینوں میں توحید کی قوت اور شہادت کا شوق لیے آگے بڑھے اور کافر فوج کے سمندر میں جا گھسے اور صفوں کی صفیں گراتے چلے گئے۔ تاریخی روایات میں آتا ہے کہ اسد بن فُراتؒ سورۂ یٰسین پڑھتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا جھنڈا خون سے رنگین ہوتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور کچھ ابتدائی علاقے فتح ہو گئے، پھر آگے مسلمانوں کی جانب بھی پیش قدمی جاری رہی اور ایک علاقہ "سَرقُوسَہ" کے محاصرہ کے دوران 213ھ ربیع الآخر میں یہ مجاہدِ عظیم، عالمِ وقت، محدّثِ زمانہ، قاضی قیروان اور فاتحِ صِقلّیَہ اس دارِ فانی سے کُوچ کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

اگر آج بھی کوئی وہاں جائے اور اسد بن فُراتؒ جیسے ہزاروں مجاہدین کی قربانیوں کو سوچے اور بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کا تصور کرے تو یقیناً شاعرِ مشرق کی اس تعبیر کو ان بلند پایہ لوگوں کے بارے میں بالکل صادق پائے گا۔

تھا یہاں ہنگامہ اُن صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

اللہ تعالیٰ اسد بن فُراتؒ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کو جنت میں عالی مقامات سے نوازے اور آنے والی نسلوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

علم کامیابی کا زینہ مگر کون سا

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ذرا سوچیے تو! یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب نبوت کا منصب ملنے والا تھا' اس وقت حالات کے تقاضے 'مکہ مکرمہ' جزیرۃ العرب اور ساری دنیا کے حالات دیکھ کر جو تڑپ آپ کے اندر پیدا ہوئی اور پھر اس فکر نے آپ کو غارِ حرا میں کئی کئی دن عبادت کرنے پر مجبور کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور حکم سے حضرت عیسی علیہ السلام کے پانچ سو سال بعد پہلی مرتبہ آسمان کا زمین سے وحی کے ذریعے پہلا تعلق قائم ہونے جا رہا تھا' اس وقت اگر پوری دنیا کے ذہین ترین دانش وروں اور مفکروں سے کہا جاتا کہ آپ غور کر کے بتائیے کہ پانچ سو سال بعد پہلی مرتبہ وحی آنے والی ہے ایسے موقع پر اس دنیا کو کیا پیغام ملنے والا ہے' اس کو کس بات کی تعلیم دی جانے والی ہے' آپ کے سامنے ساری دنیا کے حالات ہیں' نوع انسانی کی بیماری' اس کی جہالت' نا سمجھی' خالق کائنات سے ناواقفیت کروڑوں معبودوں کی پرستش ہو رہی ہے' تمام لوگوں پر گویا شرک کا شامیانہ سا تنا ہوا ہے' یہ وحی ایسے ملک میں نازل ہو رہی ہے جو ناخواندہ ہے اور جس پر یہ وحی نازل ہو رہی ہے وہ خود بھی ناخواندہ ہے اُمّی ہے' اس کی پوری قوم ان پڑھ ہے۔ ایسے موقع پر ذہین ترین انسان بھی یہ پیشین گوئی نہیں کر سکتے تھے کہ پہلی وحی میں اقراء' علم اور قلم کا تذکرہ ہو گا۔

علم اور قلم کا دور، لیکن۔۔۔۔ ایسے ناخواندہ ماحول میں ایک امی پر وحی کا جو پہلا لفظ نازل ہوتا ہے وہ اقراء کا لفظ ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اب جو دور آنے والا ہے وہ پڑھنے لکھنے کا دور آنے والا ہے۔ علم اور قلم کا عہد شروع ہونے والا ہے لیکن صرف پڑھنا کافی نہیں کہ بعض اوقات صرف پڑھنے نے زہر کا کام کیا ہے' اس پڑھنے نے فکری غارت گری اور وحشت و بربریت سکھائی ہے' جنگوں کا طریقہ سکھایا ہے' ہزاروں' لاکھوں انسانوں کو ایٹم بم اور زہریلی گیس کے ذریعے مارنے اور انسانی آبادی کو تہس نہس کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے۔ علم کی تباہی و بربادی کے بہت سے کام لیے گئے' اب بھی سائنس اور ٹیکنالوجی سے انسانوں کو تباہ و برباد کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس لیے خالی علم معتبر نہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ اس نے پہلا لفظ اقراء کہا' آپ بھی پڑھیے۔ اب پڑھنے کی ضرورت ہے' علم کو دنیا میں پھیلنا چاہیے' علم صحیح علم توحید' علم ربانی' علمِ اخلاق' علمِ خود شناسی و خدا ترسی جس علم میں یہ نہ ہوں وہ علم معتبر نہیں۔ آج دنیا میں جو تباہی و بربادی آ رہی ہے' ایٹم بم ہو یا جرائم کے لیے دوسری ایجادات' وہ سب اس علم کا کارنامہ ہیں جو خدا کے نام کے بغیر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اقراء کے ساتھ یہ شرط لگاتا ہے کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے گا جب اس علم کا فائدہ ہو گا۔

ہمارا خالق کیا چاہتا ہے؟ اگر یہ تحقیق کی جائے کہ علم نے کب اپنا راستہ بدلا' وہ کب تعمیر کی بجائے تخریب کا ذریعہ بنا تو ایک منصف آدمی یہ بتائے گا کہ جب سے علم کا رشتہ خالق اور مالک اور ربّ کائنات سے ختم ہو گیا جب ہی سے یہ تباہی و بربادی آئی جو علم اللہ تعالیٰ کے نام سے الگ ہو کر چلا وہ قابلِ اعتبار نہیں رہا' اس علم سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے تو پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ ہمارا خالق و مالک اور پالنے والا کون ہے۔ بڑے بڑے دانش وروں' معلّموں اور فلسفیوں کو جب یہ نہیں معلوم کہ ان کا پیدا کرنے والا کون ہے' نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے' ہمارا خالق ہم سے کیا چاہتا ہے' وہ ہمیں کون سا عقیدہ دیتا ہے' وہ ہمیں کس راستہ پر لگانا چاہتا ہے' وہ ہمیں اس کائنات' عام انسانوں اور اس دنیا اور اس کے انجام کے متعلق اور اپنی ذات کے متعلق ہمارا کیا طرز عمل ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کہتا ہے: ''پڑھیے اپنے اس رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا خون کے ایک لوتھڑے سے۔'' وہ انسان کس طرح اپنی حقیقت کو فراموش کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر خون ریزی اور جبر و تشدد کا بازار گرم کر دیتا ہے آج انسان اپنی حقیقت بھولتا جا رہا ہے۔

اس امت نے تھوڑی سی مدت میں کتنے بڑے بڑے کتب خانے قائم کر دیے۔ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس درجنوں کی تعداد میں بھی کتابیں نہیں تھیں' لیکن جب سے مسلمانوں میں کتب خانوں کا رواج ہوا تو ہر فن میں انہوں نے ہزاروں اور لاکھوں کتابیں تیار کر کے پوری دنیا میں پھیلا دیں۔ یہ سب قلم اور علم کی بدولت ہوا' پہلی وحی نے بتایا کہ اب علم اور قلم کا دور شروع ہونے والا ہے اور اس امت کا رشتہ قلم کے ساتھ قائم رہے گا' ہزاروں انقلابات آئیں گے لیکن مسلمانوں کا رشتہ قلم سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

دنیا کیا چاہ رہی ہے، ہمیں کیا کرنا ہے؟ آج پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کا مخصوص کلچر ختم ہو جائے' علم سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے اس کی پوری تیاری کر لی گئی ہے کہ مسلمان فکری و اعتقادی اور تہذیبی ارتداد میں مبتلا ہو جائیں۔ اس کا پورا منصوبہ تیار ہے' ایسے سنگین حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کریں' محلوں اور مساجد میں مکاتب قائم کیے جائیں۔ یہ امتِ محمدی ہے' علم اور قلم سے اس کا رشتہ جوڑ دیا گیا ہے' بغیر علم کے مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا' قرآن و حدیث علم کے ذریعے ہمیں جو حقائق بتائے گئے ہیں۔ ان کے جانے بغیر یہ دین نہیں رہ سکتا تو گویا ہمارا بنیادی کام یہ ہے کہ علمِ دین پھیلانے' مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے' آئندہ نسلوں کے اسلامی تشخص کی حفاظت اور بقا کے لیے بڑے پیمانے پر دینی مکاتب اور مدارس قائم کریں۔ اپنے بچوں کو کفر و ایمان کا فرق بتائیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر قائم رکھے۔

5 Zuyufureh-man

Pg19

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

محمد توحید

وضو کے لیے چار اعضا کو خاص کرنے کی وجہ

سوال: ہر نماز کے لیے دن میں پانچ وقت وضو کیا جاتا ہے' پوچھنا یہ ہے کہ اس میں صرف ان چار اعضا (چہرہ' ہاتھ' پاؤں اور سر کا مسح) کو کیوں خاص کیا گیا؟ اگر ان اعضا کو دھونے کے بجائے غسل کر لیا جائے تو کیا وضو ہو نہیں جائے گا؟

جواب: واضح رہے کہ نماز کے لیے طہارت ضروری ہے اور طہارت کے لیے ان اعضا کو اس لیے خاص کیا گیا کہ یہ اعضا اکثر حالات میں گرد و غبار اور میل کچیل وغیرہ سے بہ نسبت دوسرے اعضا کے زیادہ متاثر ہوتے رہتے ہیں' اس لیے انھیں اعضا کو دھونے کے لیے مخصوص کیا گیا۔

وضو کی جگہ غسل کر لینا بدرجہ اتم کافی ہے اور غسل کے اندر وضو خود بخود ہو جاتا ہے' لیکن اگر ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا جاتا تو اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل بلکہ قریب قریب ناممکن ہو جاتا' اس لیے پاکی حاصل کرنے کے حکم میں لوگوں کی آسانی کا لحاظ بھی احکامِ خداوندی میں موجود ہے۔

وضو یا غسل میں کوئی جگہ خشک رہ جائے تو۔۔۔؟

سوال: وضو یا غسل میں کوئی عضو یا جگہ بھولے سے خشک رہ جائے تو اسی عضو یا جگہ کو دھوئے یا دوبارہ وضو کرے؟ اگر اسی جگہ کا دھونا کافی ہے تو آیا یہ حکم جب تک ہے جب تک اعضا تر ہیں یا اعضا کے خشک ہونے کے بعد بھی ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں صرف خشک رہ جانے والے اعضا کو دھو لینا کافی ہے' خواہ باقی اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے یا خشک ہونے کے بعد۔

ضرورت کی وجہ سے دانتوں پر سونے یا چاندی کا خول چڑھانے اور غسل کا حکم

سوال: آج کل عام طور پر دانتوں پر سونے اور چاندی کے خول پہنائے جاتے ہیں جو پورے دانت کو ڈھانک لیتے ہیں اور پورا دانت خول میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح مرد کے لیے دانتوں پر چاندی اور سونے کا استعمال درست ہے یا نہیں؟ نیز چاندی اور سونے کا یہ خول غسل سے مانع ہوگا' حالاں کہ غسلِ واجب میں کُلّی کرنا فرض ہے' خول شدہ دانت کی حالت میں غسل کا یہ فرض (کُلّی کرنا) ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ دانتوں پر چاندی یا سونے کے خول بلا ضرورت چڑھانا مکروہ ہے' لیکن اگر ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے چڑھائے جائیں تو مکروہ نہیں' اور بہر صورت چڑھانے کے بعد یہ خول وضو اور غسل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

جنازے کے لیے کیے ہوئے وضو سے فرائض و نوافل کا حکم

سوال: نمازِ جنازہ کے لیے جو وضو کیا ہو' کیا اس سے دوسرے فرائض اور نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: جنازے کے لیے جو وضو کیا ہو' اس سے فرض اور نفل ہر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ

سوال: میت کے لیے ایصالِ ثواب کا حکم اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ میت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز' بل کہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ کام ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں اس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے' لیکن ایصالِ ثواب کے لیے ایسی رسوم اور شرائط مقرر کرنا جو شریعت سے ثابت نہیں' جائز نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنی گنجائش کے مطابق کوئی چیز صدقہ یا خیرات کر کے یا کوئی نفلی روزہ یا نماز ادا کر کے اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے' اس کے لیے کسی دن اور تاریخ یا ایصالِ ثواب کے لیے کسی خاص چیز کی تعیین نہ کی جائے۔

فلیٹ کی تکمیل میں وعدہ خلافی پر جرمانہ وصولنے کا حکم

سوال: میں نے ایک صاحب سے ایک عدد فلیٹ خریدا تھا' انھوں نے مجھ سے پوری رقم لے لی ہے' انھوں نے ایک تاریخ طے کر کے وعدہ کیا تھا کہ اس مقررہ تاریخ تک

فلیٹ مکمل کردوں گا۔ میں نے اس وقت ان کو یہ کہا تھا کہ یہ بات مشکل ہے، چناں چہ میں نے ان سے یہ بات کہی کہ اگر اس تاریخ تک آپ یہ فلیٹ مجھے مکمل کر کے نہ دیں گے تو آپ پر جرمانہ ہونا چاہیے۔ طے یہ پایا تھا کہ اگر اس تاریخ تک قبضہ نہ دیا تو اس علاقے میں اتنے بڑے فلیٹ کا جو کرایہ ہوگا، ادا کروں گا، چناں چہ فلیٹ ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے اور میں نے ان سے اس کا کرایہ مبلغ 10000 روپے لینا شروع کر دیا ہے۔ بعض دوستوں نے یہ بات بتائی کہ یہ رقم سود بن جاتی ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کی روشنی میں آپ رہنمائی فرمائیں کہ اگر واقعتاً یہ سود ہے تو میں ان سے کرایہ نہ لُوں۔

جواب: صورتِ مسئولہ میں جب بیچنے والے نے حسبِ وعدہ مقررہ مدت میں مکان خریدار کے حوالے نہیں کیا تو بروقت مکان نہ دینے کی صَورت میں باہمی جرمانے کا طے کر لینا درست نہیں ہے۔ خریدار اگر چاہے تو اس معاملے کو ختم کر سکتا ہے، لیکن زائد مدت کے عوض جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ مکمل فلیٹ مقررہ مدت میں نہ ملنے کی صورت میں جرمانہ لینا (خواہ نام "کرایہ" وغیرہ کوئی بھی تجویز کر لیں) سود ہے اور جو وصول کیا ہے، وہ بھی مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔

دفتری اوقات میں انفرادی کام کرنے کا حکم

سوال: بعض سرکاری ملازمین، مثلاً اساتذہ، کلرک وغیرہ ڈیوٹی کے اوقات کے دوران جبکہ کوئی وقفہ بھی نہیں (یعنی وقفہ کے علاوہ) قرآن مجید کی تلاوت یا اور کوئی ذاتی قسم کا کام کرتے رہتے ہیں اور اس دوران اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اساتذہ کرام سے بچوں کا اور دیگر ملازمین سے دفتر اور متعلقہ افراد کا نقصان یا کام کا حرج ہوتا ہے۔ ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ سرکاری ملامین ہوں یا نجی ملازم، ان کے اوقاتِ کار ان کے اپنے نہیں، بل کہ جس ادارے کے وہ ملازم ہیں، اس نے تنخواہ کے عوض ان اوقات کو ان سے خرید لیا ہے، ان کے وہ اوقات اس ادارے اور قوم کی امانت ہیں۔ اگر وہ ان اوقات کو اس کام پر صَرف کرتے ہیں جو ان کے سپرد کیا گیا ہے تو امانت کا حق ادا کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال ہے اور اگر ان اوقات میں کوئی دوسرا کام کرتے ہیں یا کوئی کام نہیں کرتے، بل کہ گپ شپ میں گزار دیتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال نہیں۔

البتہ اگر دفتر کا مطلوبہ کام نمٹا چکے ہیں اور وہ کام نہ ہونے کی وجہ سے فارغ بیٹھے ہوں تو اس وقت کسی نیک اور اچھے کام میں صرف کرنا صحیح ہے۔

ہمارا ملازم طبقہ اس معاملے میں بہت کوتاہی کرتا ہے۔ دیانت و امانت کے ساتھ کام کے وقت کام کرنے کا تصور ہی جاتا رہا۔ یہ حضرات عوام کے نوکر ہیں، ملازم ہیں، سرکاری خزانے میں عوام کی کمائی سے جمع ہونے والی رقوم سے تنخواہ پاتے ہیں، لیکن کام چوری کا یہ عالم ہے کہ عوام دفتروں کا بار بار چکر لگاتے ہیں اور ناکام واپس جاتے ہیں۔ اور اگر رشوت یا سفارش چل جائے تو کام فوراً ہو جاتا ہے۔ گویا یہی حضرات سرکار کے (اور سرکار کی وساطت سے عوام کے) ملازم نہیں، بل کہ رشوت وسفارش کے ملازم ہیں۔ انصاف کیا جائے کہ ایسے ملازمین کی تنخواہ ان کے لیے کیسے حلال ہو سکتی ہے؟! اگر ان کو دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو اور انھیں معلوم ہو کہ کل قیامت کے دن ان کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے تو دفتری کام کو دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیا کریں اور عوام ان کے طرزِ عمل سے پریشان نہ ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امانت و دیانت کی دولت سے بہرہ وَر فرمائیں۔

جعلی سرٹیفکیٹ کے ذریعے حاصل شدہ ملازمت کا شرعی حکم

سوال: ایک شخص کسی نہ کسی طرح ایک تجربے کا سرٹیفکیٹ بنوا کر باہر ملک جا کر کام کرتا ہے، جبکہ حقیقت میں اس پوسٹ پر اس نے کام نہیں کیا، لیکن اپنے آپ کو اس پوسٹ کا اہل کہتا ہے۔ قانون کی نظروں میں تو وہ مجرم ہے، لیکن شریعت اور اسلامی اصولوں پر اگر اس شخص کی کمائی کو پرکھیں تو وہ کمائی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جس منصب پر اسے مقرر کیا گیا ہے، اگر وہ اس کام کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور کام بھی پوری دیانت داری سے کرتا ہے تو اس کی کمائی حلال ہے، البتہ وہ جھوٹ اور غلط کاری کا مرتکب ہونے کی وجہ سے گناہ گار ہے اور اگر وہ اس کام کا اہل نہیں یا اہل ہے، مگر کام دیانت داری سے نہیں کرتا تو کمائی حلال نہیں۔

ساس اور دیور کے پرس سے لیے گئے پیسوں کی ادائیگی ان کے مرنے کے بعد کیسے کی جائے؟

سوال: میرے شوہر نے کبھی ہاتھ خرچ نہیں دیا، مجھے جب ضرورت ہوتی، میں ان کے سیلف میں سے نکال لیتی، انھیں خبر نہ ہوتی۔ ایک دفعہ یہ ہوا کہ مجھے ضرورت تھی پیسوں کی، جب مجھے پیسے نہ ملے تو میں نے اپنے دیور کے پرس سے 2000 روپے نکال لیے، یہ ایک چوری ہو گئی۔ دوسری چوری جب میں نے کی، جب میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہوئی تو میں نے 500 روپے اپنی ساس کے پرس سے نکال لیے۔ میں نے اپنی زندگی میں دو دفعہ چوری کی ہے۔ اب مجھے بہت دکھ اس گناہِ کبیرہ کا ہے، کیوں کہ نہ ساس زندہ ہیں، نہ دیوَر۔ بتایئے ضمیر کی اس خلش کو کیسے دور کروں، تاکہ اللہ پاک راضی ہو جائے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ دیور اور ساس کے مرنے کے بعد ان کا ترکہ ان کے وارثوں کا حق ہے، لہٰذا آپ کے دیور اور ساس کے جو لوگ وارث ہیں، ان میں سے ہر ایک کا جو شرعی حصہ بنتا ہے، وہ کسی عنوان سے مثلاً: تحفہ کے نام سے ہر ایک کو دے دیجیے۔

بقیہ صِراطِ مستقیم

"وعلیکم السلام! میں عتیقہ بات کر رہی ہوں۔"

"جی کیسی ہیں آپ؟ سب خیریت ہے ناں؟ اس وقت فون؟" شگفتہ بیگم گھبرا گئیں۔

جی، جی، سب خیریت ہے۔ ہمیں آپ کی بیٹی بہت پسند آئی ہے، اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں اپنے بیٹے کے لیے حریم کا ہاتھ مانگ سکتی ہوں؟ میرا بیٹا اسد، سعودی عرب میں ہوتا ہے اور اس نے اپنے پاپا کا سارا کاروبار سنبھالا ہوا ہے۔ ہمیں ایسی لڑکی چاہیے تھی جو شرعی پردہ کرتی ہو اور اپنے دین سے جُڑی ہوئی ہو۔ میرا بیٹا دو مہینے کے لیے آیا ہوا ہے، اگر آپ اجازت دیتی ہیں تو اگلے جمعہ ہم ان کا نکاح کر لیتے ہیں اور ایک ماہ بعد رخصتی۔ ہمیں جہیز میں کچھ بھی نہیں چاہیے۔ ہمیں صرف آپ حریم دے دیں۔" دوسری طرف بالکل خاموشی تھی "آپ سن رہی ہیں ناں؟"

"جی، وہ، میں اپنے شوہر سے مشورہ کر کے بتاتی ہوں۔ وہ فون رکھ چکی تھیں۔ ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ ان کے رب نے ان کی بہت بڑی پریشانی حل کر دی تھی اور مسعود صاحب ان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"یہ لڑکی اللہ کے کتنے قریب ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے ہمیں ہدایت دی اور اس کے لیے سُمیر کی صورت میں جو دروازہ بند کیا تھا، اسد کی صورت میں اس سے بہتر دروازہ کھول دیا ہے۔ میں نے اپنی بیٹی کی ناقدری کی ہے مسعود۔ میں بہت گناہ گار ہوں۔" وہ دونوں حریم کے کمرے میں موجود تھے اور حریم اس بات سے بے خبر سو رہی تھی کہ جویریہ باجی کا خواب پورا ہو چکا تھا۔ شگفتہ بیگم نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور وضو کرنے کے لیے چلی گئیں، کیوں کہ ان کو اپنے رب کا شکر بھی تو ادا کرنا تھا۔

پھٹکری
سینکڑوں امراض کی دشمن

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

پھٹکری کو عربی میں **شَبِ یمَانِی** فارسی میں زاک سفید اور انگریزی میں Alum کہتے ہیں۔ اس کا مزاج پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں سفید' زرد اور گلابی۔ عام طور پر سفید رنگ کی پھٹکری دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایک نہایت قدیمی دوا ہے۔ نمک شیشہ کی مانند ڈلیاں ہوتی ہیں۔ جو پھٹکری یمن کے پہاڑوں سے ٹپک کر جمتی ہے' دوسرے ممالک کو بھیجی جاتی ہے۔

گھروں میں پھٹکری کا بہت عمل دخل دیکھا گیا ہے' کسی کو چوٹ لگی ہو تو اس کا سفوف چوٹ پر چھڑک دیں۔ یوں خون بھی رُک جائے گا اور زخم کے بگڑنے کا احتمال بھی نہیں رہے گا۔ چمڑا رنگنے' کاغذ سازی' ادویہ سازی' سوتی کپڑے کے رنگ کو پکانے' پانی صاف کرنے' اچار' چٹنیوں اور بیکنگ پاؤڈر کی تیاری اور پارچہ بافی میں بھی اس کا استعمال عام ہے۔ الغرض یہ انتہائی معمولی چیز اپنے اندر بے شمار فوائد سمیٹے ہوئے ہے' لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ گھریلو زندگی میں اس کا عمل دخل بڑھنے کے بجائے کم ہو گیا ہے۔ لوگ اس کی افادیت بھول چکے ہیں۔ اب پھٹکری کی اہمیت کو اجاگر کرنے کا اہتمام اسی لیے کیا گیا ہے کہ اس کم قیمت اور آسانی سے دستیاب ہونے والی نعمت سے عام لوگ مستفید ہو سکیں۔

واضح رہے کہ اس کا زیادہ استعمال پھیپھڑوں اور انتڑیوں کو متاثر کرتا ہے۔ اس کی زیادتی کا توڑ دودھ اور گھی ہیں۔

پھٹکری۔۔۔ سر درد کا علاج

پھٹکری سرخ خام 10 گرام' دانہ الائچی خورد 10 گرام الگ الگ پیس کر کپڑے سے چھان لیں اور پھر ملا کر شیشی میں سنبھال کر رکھ لیں۔ سر میں درد ہو تو دو گرام تازہ پانی کے ساتھ استعمال کروائیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

پھٹکری۔۔۔ امراضِ چشم کا علاج

- آنکھیں دھونے کے لیے عام طور پر زنک لوشن خریدتے ہیں۔ یہی چیز گھر میں تقریباً آسانی سے تیار کی جاسکتی ہے۔
- پھٹکری بریاں ایک گرام عرقِ گلاب یا بارش کے 125 گرام پانی میں حل کریں۔ بس زنک لوشن تیار ہے۔ کسی منہ بند بوتل میں محفوظ کرلیں اور وقت ضرورت دن میں تین مرتبہ آنکھوں میں ڈالیں درد و سرخی میں مفید ہے۔

پھٹکری اور دانتوں کے جملہ امراض کے نسخے

- پھٹکری بریاں اور ریٹھے کی گٹھلی کی راکھ ہم وزن ملا کر رکھ لیں' دُکھتے دانت کے لیے عمدہ علاج ہے۔ منجن کی طرح اسے دُکھتے دانت پر ملیں' فوراً آرام آجائے گا۔
- پھٹکری بریاں اور سپاری سوختہ (جلائی ہوئی) ہم وزن ملا کر مزید پیس کر باریک کرلیں' اس منجن کے استعمال سے دانت اپنی جگہ جم جاتے ہیں۔
- پھٹکری 6 گرام باریک پیس کر 250 گرام پانی میں حل کرلیں اور اس سے مریض کو کلیاں کرائیں انشاء اللہ دانتوں کا خون جلد بند ہو جائے گا۔
- دانت بھر بھرے ہو کر ٹوٹنے لگیں تو پھٹکری باریک پیس کر شہد میں ملا لیں اور روزانہ دانتوں پر ملیں' شکایت دور ہو جائے گی۔
- پھٹکری باریک پیس کر ڈبیہ میں رکھیں صبح کیکر کی مسواک ذرا سی گیلی کر کے اسی پھٹکری پر لگائیں اور پھر دانتوں پر پھیریں' اس سے بھی دانتوں کا بھر بھرا پن ختم ہو جائے گا۔
- پھٹکری 10 گرام' کیکر کی چھال سوختہ 10 گرام باہم باریک پیس لیں عمدہ منجن تیار ہے۔ جو دانتوں کی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے۔

پھٹکری۔۔۔ وہم ونسیان کا علاج

عمدہ قسم کی پھٹکری ٹکڑے ٹکڑے کر کے بریاں کرلیں' اس میں سے ایک چٹکی مریض کو کھلا کر اوپر سے دہی کا پانی پلا دیں۔ پہلے دن ایک چٹکی' دوسرے دن دو چٹکی' تیسرے دن تین چٹکی پھر چار دن تک تین چٹکی کھلا کر پیالہ بھر دہی کھلاتے

• پھٹکری بریاں 40 گرام اور لونگ کا گول سرا دونوں خوب باریک پیس لیں' یہ سرمہ جملہ امراضِ چشم کے لیے اکسیر ہے۔

پھٹکری۔۔۔یرقان کا علاج

عمدہ قسم کی پھٹکری ٹکڑے ٹکڑے کر کے بریاں کرلیں' اس میں سے ایک چٹکی مریض کو کھلا کر اوپر سے دہی کا پانی پلادیں۔ پہلے دن ایک چٹکی' دوسرے دن دو چٹکی' تیسرے دن تین چٹکی پھر چار دن تک تین چٹکی کھلا کر پیالہ بھر دہی کھلاتے رہیں۔ ایک ہفتے علاج کے بعد یرقان سے نجات مل جائے گی۔

بواسیر کا سہل علاج

پھٹکری بریاں پانی میں گھول کر دونوں وقت اس سے آبدست کریں' بواسیر کے مسّوں کو خشک اور معدوم کرنے کی نہایت سہل ترکیب ہے۔

چنبل کا علاج

چنے کی دال حسب ضرورت رات کو بکری کے دودھ میں بھگودیں' صبح دو گرام پھٹکری ملا کر خوب گھوٹیں اور پلٹس بنا کر چنبل پر لیپ کریں' تین چار روز لیپ کرنے سے آرام آجائے گا۔

خارش کا علاج

پسی ہوئی پھٹکری سرسوں کے تیل میں ملا کر بدن پر مالش کرنے سے خشک و تر دونوں قسم کی خارش دور ہوجاتی ہے۔ گرم پانی میں پھٹکری حل کر کے نہانا بھی مفید ہے۔

گرے ہوئے کوّے کا علاج

بعض بچوں کا مسلسل حلق پر نزلہ گرنے کی وجہ سے کوّا گر جاتا ہے۔ اس کے لیے پھٹکری شہد میں ملا کر انگلی پر لگا کر گرتے ہوئے کوّے کو اٹھائیں یا ویسے ہی لگا دیں۔ گرا ہوا کوّا اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔

بے تحاشا پسینے کا علاج

جن لوگوں کو پسینہ بے تحاشا آتا ہو وہ پھٹکری ملے پانی سے نہائیں' شکایت دور ہوجائے گی۔ بعض لوگ بغلوں میں پسینہ آنے کے باعث پریشان رہتے ہیں نہانے کے بعد بغلوں میں پھٹکری کی ڈلی پھیریں اور پانی نہ بہائیں' انشاء اللہ تکلیف دور ہوجائے گی۔

آگ کے جلے کا علاج

پھٹکری بھون کر شہد میں ملا کر آگ سے جلے ہوئے پر لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

چوٹ کا علاج

چوٹ لگنے کی صورت میں دودھ کے ہمراہ پھٹکری پلانا مفید ہے۔

نوبتی بخار کا علاج

نوبتی بخاروں میں نوبت سے تین گھنٹے پہلے پھٹکری استعمال کرانا چاہیے۔

رہیں۔ ایک ہفتے علاج کے بعد یرقان سے نجات مل جائے گی۔

زخموں کا علاج

• زخموں کے لیے پھٹکری اکسیر ہے۔ پھٹکری بریاں نیم گرم پانی میں ملا کر زخم دھونے سے نہ صرف زخم کی گندگی' عفونت اور سڑاند ختم ہوتی ہے بل کہ زخم بھی مندمل ہوجاتے ہیں۔

• مستقل لیٹے رہنے والے مریضوں کی کمر پر اکثر زخم بن جاتے ہیں جو انتہائی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ ان کا علاج بھی پھٹکری سے ممکن ہے۔ ایک گرام پھٹکری باریک پیس کر انڈے کی سفیدی میں اچھی طرح ملالیں اور زخم کے اوپر لیپ کردیں چند روز میں افاقہ ہوجائے گا۔

آبلوں اور چھالوں کا علاج

پھٹکری بریاں اور مہندی کے پتے ہم وزن پیس کر رکھ لیں اور منہ کے اندر آبلوں پر چھڑکیں نہایت مفید ہے۔ اگر سفید چھالے یا زخم ہوں تو پسی ہوئی پھٹکری شہد میں ملا کر چھالوں پر لگائیں۔

کھانسی اور کالی کھانسی کا علاج

• اگر بچوں کو کالی کھانسی کی شکایت ہوجائے تو پھٹکری بریاں بقدر ایک چاول شکر میں ملا کر کھلائیں' انشاء اللہ کھانسی کو آرام آجائے گا۔

• شیر خوار بچوں کو دوائی کھلانا ایک مشکل امر ہے کھانسی دور کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ پھٹکری بریاں پانی میں حل کر کے بچے کی والدہ کی چھاتیوں پر لگائیں اور پھر بچے کو دودھ پلائیں۔ شیر خوار بچوں کو کھانسی سے نجات ملے گی۔

سیلان الرحم کا علاج

پھٹکری کا آب محلول ایک چمچ ڈھائی پاؤ پانی میں ڈال کر رحم میں خاص طریقے سے ڈوش دیا جائے تو مرض سیلان الرحم میں مفید ہے۔

گدلے پانی کو صاف کرنے کا طریقہ

پینے کے پانی کو صاف کرنے کے لیے بھی پھٹکری استعمال کی جاتی ہے۔ چناں چہ گدلے پانی میں فی سیر تین رتی کے حساب سے پسی ہوئی پھٹکری ڈال دیں اور پھر بارہ گھنٹے تک اسے پڑا رہنے دیں اس طریقے سے سب کثافتیں تہ نشین ہو کر پانی صاف ہوجاتا ہے' لیکن وبائی امراض مثلاً ہیضہ اور ٹائیفائڈ کے لیے اس پانی کو ابال کر پینا چاہیے۔

کپڑے آگ سے محفوظ

اگر پھٹکری کو انڈے کی سفیدی میں حل کر کے کپڑوں پر لگادیا جائے تو وہ آگ کے جلنے سے محفوظ رہیں گے۔

اہم نوٹ

شیخ الرئیس ابن سینا کہتے ہیں کہ پھٹکری کو زیادہ مقدار میں استعمال کرنے سے اعضا میں خشکی پھیپھڑوں میں خشکی اور خشک کھانسی کی شدت میں اضافہ ہوجاتا ہے' اس لیے پھٹکری کو بریاں کر کے قلیل مقدار میں استعمال کروانا چاہیے۔

6 Perfect-Pg24

کھانے پینے کے آداب اور احکام

ترتیب وپیش کش: معلّمات مرکز فہم دین کراچی

حلال غذا کے فوائد

۱۔حلال خوراک سے انسان کے اندر نورانیت پیدا ہوتی ہے۔
۲۔طبیعت میں نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے۔
۳۔انسان مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔
۴۔نیز حلال روزی کمانا بہت بڑی عبادت ہے۔

حرام غذا کے نقصانات

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حرام کھانے کے مندرجہ ذیل نقصانات شمار کیے ہیں۔

۱۔حرام کھانے سے انسان کے دل کا نور نکل جاتا ہے۔
۲۔طبیعت کے اندر سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔
۳۔ہر وقت دل میں برے کام کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے۔
۴۔نیک کام کی طرف سے طبیعت ہٹ جاتی ہے۔نیز
۵۔انسان کی دعا وعبادات بھی قبول نہیں ہوتی۔

کھانا پکانے کے آداب

۱۔باوضو ہو کر کھانا پکانا۔
۲۔زبان سے ذکر الٰہی کرنا‘سبحان اللہ‘الحمد للہ‘لاالٰہ الااللہ بکثرت پڑھنا‘درود شریف کا اہتمام کرنا‘بالخصوص قرآن کریم کی تلاوت اور سورۃ یٰس کی تلاوت کرتے ہوئے جو کھانا پکایا جائے‘اس میں خصوصی انوارات وبرکات ہوتے ہیں۔
۳۔سر ڈھانپ کر کھانا پکانا۔

کھانا کھانے کی سنتیں

۱۔کھانے سے پہلے اور آخر میں ہاتھ دھونا۔
۲۔ٹیک لگا کر کھانا نہ کھانا۔
۳۔مسنون طریقے سے بیٹھ کر کھانا کھانا یعنی اکڑوں بیٹھنا یا ایک زانو بیٹھنا۔
۴۔دستر خوان پر کھانا کھانا۔

۵۔ جوتے اتار کر کھانا کھانا۔
۶۔ کھانے کی ابتدا اور اختتام میں مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا۔
۷۔ اجتماعی طور پر ایک ہی برتن میں کھانا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت محبوب اور باعث برکت ہے۔
۸۔ دائیں ہاتھ سے کھانا، چمچ کانٹے وغیرہ سے نہ کھانا۔
۹۔ پلیٹ میں اپنے سامنے سے کھانا، برتن کے بیچ سے اور مختلف اطراف سے نہ کھانا۔
۱۰۔ کھانے میں عیب نہ نکالنا۔
۱۱۔ گرے ہوئے لقمے کو اٹھا کر کھانا۔
۱۲۔ تیز گرم کھانا کھانے سے اجتناب کرنا۔
۱۳۔ خادم اور نوکروں کو بھی کھانے میں شریک کرلیں یا ان کا حصہ علیحدہ کرکے ان کو دے دیں۔
۱۴۔ کھانے سے فارغ ہو کر انگلیوں کو چاٹنا۔
۱۵۔ برتن کو اچھی طرح صاف کرنا۔

کم کھانے کے فوائد

حضور ﷺ نے فرمایا: مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔
۱۔ کم کھانے سے قلب میں صفائی اور بصیرت کو جلا ملتی ہے۔
۲۔ دل نرم ہو جاتا ہے اور مناجات میں لذت ملتی ہے۔
۳۔ سرکش نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔
۴۔ شہوات کمزور پڑ جاتی ہیں۔
۵۔ نیند کا غلبہ نہیں رہتا اس لیے عبادت گراں نہیں گزرتی۔۔

شکم سیری کے نقصانات

شکم سیری کے بارے میں حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ نقصانات بتائے ہیں۔
۱۔ عبادت کی حلاوت جاتی رہی۔
۲۔ حکمت و فراست اور ذکاوت و نورِ معرفت کا حاصل کرنا دشوار ہو گیا۔
۳۔ معدہ بھاری ہو گیا۔
۴۔ خواہشاتِ نفسانی زیادہ ہو گئیں۔
۵۔ مخلوق خدا پر شفقت اور ترس کھانے سے محرومی ہوئی کیونکہ سب کو اپنا جیسا پیٹ بھرا ہوا سمجھا۔
۶۔ یہ حالت ہو گئی کہ مسلمان مسجدوں میں آرہے ہیں اور یہ بیت الخلا کی طرف رواں دواں۔

خواتین میں بڑھتی ہوئی ڈائٹنگ کے نقصانات

آج کل خواتین میں اسمارٹنس کی غرض سے ڈائٹنگ کا رجحان بہت بڑھ رہا ہے جس کے صحت پر مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں:
۱۔ خون کی کمی ہو جاتی ہے۔
۲۔ متلی اور بخار کی کیفیت اکثر اوقات رہتی ہے۔
۳۔ جسم میں کمزوری کی وجہ سے خواتین ڈپریشن اور ٹینشن کا شکار رہتی ہے۔
۴۔ گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی نگہداشت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔
۵۔ جسم میں وٹامن اور کیلشیم کی کمی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بالخصوص عورتوں میں osteoporosis کی شکایت ہو رہی ہے۔
ڈائٹنگ کے بجائے اگر کوئی سنت کی نیت سے ہر پیر اور جمعرات اور ایام بیض (۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵) کے روزے رکھے تو وہ یقیناً صحت مند رہے گا، نیز حدیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرے ایک حصہ کھانے کا، دوسرا حصہ پانی کا اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے، تو تہائی کھانے پر مداومت اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ہمیشہ اسمارٹ اور صحت مند رہے گا۔

ہوٹلنگ کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے نقصانات

۱۔ باہر کے کھانوں میں عموماً صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔
۲۔ عورتیں گھر میں خود پکانے کے بجائے تن آسانی کا شکار ہو جاتی ہیں۔
۳۔ ماہانہ بجٹ پر بھی خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔
۴۔ مرغن غذاؤں کے استعمال کی وجہ سے موٹاپا، شوگر، بلڈ پریشر اور دل کے امراض کثرت سے پھیل رہے ہیں۔
۵۔ غریبوں اور ناداروں کی حق تلفی: ایک ولی اللہ کا قول ہے کہ یہ لٹکی ہوئی مرغیاں نہیں کھاؤ، نہ جانے کتنے ہی غریبوں کی نظر اس پر لگی ہوں۔

عموماً ہوٹلوں میں جا کر انسان مندرجہ ذیل گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے

۱۔ مرد و زن کا اختلاط
۲۔ بدنظری
۳۔ موسیقی
۴۔ مسنون طریقے کی مخالفت (کھڑے ہو کر کھانا، کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھونا، کرسی میز، چھری کانٹوں کا استعمال)

کولڈ ڈرنک کے نقصانات

۱۔ہڈیاں اور دانت کمزور ہو جاتے ہیں۔ ۲۔ موٹاپا اور وزن کا بڑھ جانا۔ ۳۔ ذیابیطس جیسی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

انرجی ڈرنکس کے نقصانات

۱۔ان میں کیفین کی زیادتی ہوتی ہے جس کی وجہ سے نروس سسٹم پر اثر پڑتا ہے۔

۲۔ ذیابیطس کا ہونا۔ ۳۔ سانس کی بیماریوں کا ہونا۔ ۴۔ نشہ کی کیفیت کا طاری ہونا۔

نبی کریم ﷺ کی مسنون غذائیں اور مشروبات

آنحضرت ﷺ کی عمومی خوراک

جو کی روٹی، کھجور، دودھ، ثرید، زیتون

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی مرغوب غذائیں

گوشت خصوصاً دستے کا گوشت، لوکی، ہریسہ (گوشت اور کوٹے ہوئے گیہوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے)، ستو

انجیر، مکھن، سرکہ، پنیر، ککڑی، خربوزہ

آنحضرت ﷺ کے مرغوب مشروبات

ٹھنڈا اور میٹھا پانی، شہد ملا ہوا پانی، دودھ، خاص طور پر بکری کا دودھ، پانی ملا ہوا دودھ (لسی)

نبیذ (چھوارے اور کشمش وغیرہ کو پانی میں ڈال کو صبح سے شام تک چھوڑ دیا جائے تو نبیذ تیار ہو جاتی ہے)

کھانے پینے کی اشیا میں حلال و حرام کے چند اہم ضابطے

- بحری جانوروں میں صرف مچھلی حلال اور باقی حرام ہیں، مثلاً مینڈک، مگرمچھ، کچھوا وغیرہ۔
- بری جانوروں میں سے جن میں بہنے والا خون نہیں ہوتا، مثلاً مچھر، سانپ، چوہا، حشرات الارض وغیرہ، یہ بھی سب حرام ہیں، سوائے ٹڈی کے جو کہ حلال ہے۔
- بڑے جانوروں اور پرندوں میں سے جو اپنے دانتوں اور پنجوں سے شکار کرتے ہیں، مثلاً شیر، چیتا، باز، شاہین یہ بھی حرام ہیں۔
- جو جانور دانتوں اور پنجوں سے شکار نہیں کرتے وہ حلال ہیں، جیسے کہ مرغی، بطخ، ہرن وغیرہ۔

لیکن جن کی حرمت قرآن وحدیث میں بیان ہیں وہ حرام ہوں گے، مثلاً: ہاتھی، گدھا، خنزیر وغیرہ۔

- شراب الکحل وغیرہ بھی حرام ہیں، اور وہ چیزیں جن سے نشہ ہو، جیسے افیون۔

حلّت اور حرمت کے بارے میں بنیادی اصول

- گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ یہ جانور مشروع طریقے سے ذبح کیا گیا ہے، اس وقت تک اس جانور کے گوشت کو حرام سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اگر کوئی کافر گوشت فروخت کر رہا ہو تو جب تک اس بات پر کوئی ثبوت نہ مل جائے کہ یہ جانور شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے، اس وقت تک اس گوشت کو خرید کر کھانا ہمارے لیے جائز نہیں۔
- گوشت کے علاوہ دوسری اشیا میں اصل حلال ہونا اور مباح ہونا ہے، چناں چہ دوسری اشیا اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جاہیں گی، جب تک ان میں حرام ہونے کی کوئی علامت یقینی طور پر نہ پائی جائے، جیسے روٹی کہ اندر اصل حلت اور اباحت ہے، چاہے وہ روٹی آپ نے کسی کافر سے خریدی ہو، اس روٹی کو آپ کے لیے کھانا حلال ہے، جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس میں کوئی نجس اور حرام چیز شامل کی گئی ہے تو اس وقت وہ روٹی حرام ہو جائے گی۔
- آج کل غیر ملکی ڈبہ پیک اشیا کو استعمال سے پہلے ان پر لکھے گئے اجزا (ingredients) ضرور پڑھ لیے جائیں، تاکہ اگر اس میں کوئی حرام چیز شامل ہو تو اس سے احتیاط برتی جائے۔

خلاصہ کلام

- اگر کھانے پینے میں سنتِ نبوی ﷺ پر مکمل طور پر عمل کیا جائے تو انسان تقدیر کے لکھے سے تو بیمار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔
- آج کل لوگ اپنی صحت کا خیال نہ رکھنے کو دین شمار کرتے ہیں، حالاں کہ اپنی صحت کا خیال رکھنا عین دین داری ہے۔
- ہمارا مشورہ: اپنی صحت کا خیال سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق رکھیں، تاکہ صحیح معنوں میں ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پائے۔

7
Al Ghaffar
Pg28

میری سعادت مند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! آپ نے سُنا ہو گا کہ ”تندرستی ہزار نعمت ہے۔“ درحقیقت زندگی کا تمام لطف خوشیوں اور کامیابیوں کا انحصار زیادہ تر مثبت سوچ کے ساتھ ساتھ اچھی صحت پر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تندرست دماغ تندرست جسم میں ہوتا ہے، یعنی ذہانت بھی اچھی صحت کی مرہونِ منت ہے۔ ہادیٔ عالم ﷺ نے صحت کو عظیم نعمت قرار دیا ہے اور تحفظِ صحت کی ہدایت فرمائی ہے۔ صحت کی حفاظت انسان کی ذاتی ضرورت کے ساتھ ساتھ قومی اور ملّی حاجت بھی ہے، اس لیے کہ صحت مند افراد ہی سے صحت مند ملّت بنتی ہے۔ اچھی صحت سے مراد موٹا تازہ ہونا نہیں، بل کہ جسم کے تمام اہم اعضا کا صحیح طور پر کام کرنا ہوتا ہے۔

آپ تو جانتی ہی ہیں کہ گزشتہ صدی کے دوران طبّی سائنس نے بہت تیز رفتاری سے ترقی کی ہے۔ تشخیص اور علاج کے طریقوں میں حیران کن پیش رفت ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کی اوسط عمر میں اچھا خاصا اضافہ ہوا ہے، لیکن دوسری جانب بعض مہلک امراض مثلاً سرطان، ایڈز، ہیپاٹائٹس اور امراضِ قلب پر قابو پانے میں بے حد مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ سائنس دان اب بڑی حد تک اس بات پر متفق ہیں کہ ان مہلک امراض میں جو مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، اس کا بنیادی سبب ہماری غذا ہے۔ آج کل جو غذائیں دنیا کے بیش تر ممالک میں کھائی جا رہی ہیں، وہ طرزِ زندگی میں تبدیلی اور دیگر وجوہات کی بنا پر متوازن نہیں ہے، جو درحقیقت خطرناک امراض میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مشین میں ناقص ایندھن ڈالنے کے بعد اچھی کارکردگی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یاد رہے کہ بہت سی مضر غذائیں فوری طور پر نقصان نہیں پہنچاتیں، بل کہ اکثر اوقات ان کے اثرات مرتب ہونے میں برسوں لگ جاتے ہیں۔ غذا اگر نقصان پہنچا سکتی ہے تو فائدہ بھی دے سکتی ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کون سی غذا کا انتخاب کرتی ہیں۔ للٰہذا دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا کھا رہے ہیں؟ کتنا کھا رہے ہیں؟ کیسے کھا رہے ہیں؟ اور کتنی بار کھا رہے ہیں؟ ان سب کا ہماری صحت، شخصیت اور ہمارے احساسات سے زندگی بھر تعلق رہتا ہے۔

جدید تحقیقات کے مطابق غذا کے استعمال میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنے سے صحت پر بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(1) ناشتہ کرنا کبھی نہ بھولیں۔ نوجوان بچیاں اکثر جلدی کی وجہ سے ناشتہ نہیں کر پاتیں۔ صحت کے لیے صبح غذائیت سے بھرپور ناشتہ کرنا بہت ضروری ہے۔

(2) اپنی غذا میں سرخ گوشت، شکر، چکنائی، میدے سے بنی اشیا، کولڈ ڈرنکس، برگر، چپس اور دیگر فاسٹ فوڈ اور مٹھائیوں کی مقدار کم سے کم رکھیں۔ دلیہ، بے چھنے آٹے کی روٹی، سبزیاں، دالیں، پھل، مچھلی، بغیر بالائی کا دودھ اور دہی کا استعمال زیادہ رکھیں۔

(3) دن میں کم از کم آٹھ سے دس گلاس پانی پئیں۔ یہ پورے جسم کے نظام کے لیے مفید ہے۔

(4) آپ اتنی غذائیں کھائیں، جتنی کیلوریز (حرارے) کی آپ کے جسم کو ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ حرارے والی غذا کھانے سے آپ موٹاپے کی جانب مائل ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر آپ غذائی پروگرام کے متعلق کسی ماہر سے مشورہ کرلیں تو بہتر ہوگا۔

(5) ورزش یوں تو سب کی صحت کے لیے ضروری ہے، لیکن خاص طور پر خواتین کے جسم کو سڈول اور اسمارٹ رکھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ صبح کی سیر اور ورزش کے لیے روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ ضرور نکالیں۔ یہ صحت و صورت دونوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ ویسے بھی چلتے پھرتے رہنے سے انسان نہ صرف چاق و چوبند اور چُست رہتا ہے، بل کہ وزن بھی کنٹرول میں رہتا ہے۔ یاد رہے کہ ورزش کے فوائد اس کی پابندی سے مشروط ہیں، للٰہذا کوشش کریں کہ ورزش میں ناغہ نہ ہو۔

دیکھو بیٹی! اچھی صحت کے بارے میں رہنما اصول تو میں نے آپ کو کافی حد تک بتا دیے ہیں، لیکن اصل مسئلہ تو ان پر عمل کرنے کا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ آپ کی صحت آپ کے اپنے لیے ہے، اس لیے اپنی صحت کا خیال آپ نے خود رکھنا ہے۔ آج کل کے دور میں والدین، بہن بھائی، شوہر اور بچے سب ہی بے حد مصروفیت کا شکار ہیں۔ مزید یہ کہ ہمیشہ کوئی دوسرا کسی کی صحت کا خیال نہیں رکھ سکتا، للٰہذا صحت مند رہنے کے لیے ابتدا ہی سے آپ خود اپنی صحت کی محافظ بن جائیں۔

اپنی صحت کی حفاظت انسان کا حق بھی ہے اور فرض بھی، اس لیے کہ اگر وہ بیمار ہے تو اپنے فرائض بھی ادا نہیں کرسکتا اور اپنی زندگی کو پُرمسرت بھی نہیں بنا سکتا، کیوں کہ صحت ہی سب سے بڑی مسرت ہے۔ جو انسان نعمتِ صحت سے محروم ہو گیا، سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ہر خوشی سے محروم ہو گیا۔ حضرت داؤدؑ کا ایک قول ہے، جس کا مطلب ہے کہ ”صحت ایک ایسا تاج ہے جو صحت مندوں کے سر پر ہوتا ہے، مگر صرف بیماروں کو نظر آتا ہے۔“

دعا گو

آپ کے ابو

صِراطِ مستقیم

آخری قسط

بنتِ محمود

''ماما! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' شگفتہ بیگم لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں ٗ جب حریم ان کے سامنے آکر بیٹھی ۔

''تم تیار نہیں ہوئی ابھی تک ؟'' انھوں نے خفگی سے اسے گھورا تو اس نے سر جھکا لیا۔

''ماما! میں ڈنر پر نہیں جاؤں گی ٗ ان سے بات کرلوں گی۔'' شگفتہ بیگم ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئیں اور دل ہی دل میں کہنے لگی ''چلو کچھ تو نرم پڑی۔ ابھی بات کرے گی تو کل مل بھی لے گی۔''

''آپ کو اسی طرح مجھے قبول کرنا ہوگا۔ اب میں اپنے رب کی مزید نافرمانی نہیں کر سکتی۔ آپ کو کوئی اعتراض ہے ؟'' وہ سمیر سے پوچھ رہی تھی۔

''تمھیں کیا ہو گیا ہے حریم...'' وہ حیرانی سے بولا۔

''آپ کام کی بات کریں۔'' اس نے سمیر کی بات کاٹ دی ''آپ کو میرے مدرسے جانے پر کوئی اعتراض ہے ؟''

''یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟'' سمیر حیران رہ گیا۔

''آپ کو میں نے صرف یہ بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ اب آپ مجھے فون نہ کریں ٗ اگر آپ کو مجھے قبول کرنا ہے تو اسی طرح قبول کرنا ہو گا۔'' یہ کہہ کر حریم نے فون بند کر دیا۔ اس بات سے بے خبر کے آگے اللہ نے اس کے لیے کتنی آزمائش رکھ دی ہیں۔

اگلے دن حمیرا بیگم آکر رشتہ ختم کر گئی تھیں۔ سب گھر والوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مسعود صاب کو پہلی مرتبہ اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہوا۔ حریم اس بات سے بے خبر اپنے کمرے میں پڑھنے میں مشغول تھی ٗ جب شگفتہ بیگم زور سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں اور حریم پر تھپڑوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''کہیں کا نہیں چھوڑا اس لڑکی نے ہمیں... پورے خاندان میں ناک کٹوادی ہے ہماری'' شگفتہ بیگم کہے جا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ مار بھی رہی تھیں۔

''ماما! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟'' سعد نے آکر ماں کو بڑی مشکل سے سنبھالا اور ان کو کمرے سے باہر لے آیا اور ان کو پانی پلایا۔

''ماما! بس کر جائیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔'' سعد اپنی ماں سے کہہ رہا تھا ۔

''تم سب اس کے چمچے ہو ٗ دیکھا نہیں تھا اپنی خالہ کا رویّہ ؟'' شگفتہ بیگم پھٹ پڑیں۔ سعد نے ان کو اپنے ساتھ لگا لیا اور وہ بے آواز رونے لگیں۔

''حریم ! پانی پی لو۔'' اسماء دروازہ بند کر کے اس کے پاس آکر بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ سوجا ہوا تھا۔ ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔ پورے بال بکھر چکے تھے۔ اس کو اپنی بہن پر بہت ترس آیا۔ حریم نے پانی پیے بغیر ہی چادر اپنے اوپر ڈال لی اور اسماء اس کو تأسف سے دیکھتی رہ گئی۔

اب شگفتہ بیگم کی سختی اس پر بڑھ چکی تھی۔ بات بات پر ڈانٹنا اور مارنا ان کا معمول بن چکا تھا۔ اس پر بے جا سختی کرنا شروع کر دی تھی ٗ لیکن حریم یہ سب کچھ سہہ رہی تھی ٗ خاموشی سے ٗ اللہ کی رضا کے لیے کہ اس کے اللہ کا فرمان ہے :

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا

اس نے اللہ کو اپنا دوست بنالیا تھا۔ اب وہ اپنی ہر بات اللہ سے کرنے لگی تھی۔ اپنا ہر دکھ ٗ اپنی ہر تکلیف اللہ ہی کو بتانے لگی تھی۔ اس کو ایسا کرنے سے سکون ملنے لگا تھا ٗ کیوں کہ کسی اور کو یہ باتیں بتاتی تو وہ

تسلی سے زیادہ اس کے لیے کیا کر سکتا تھا۔ اللہ نے تو اس کے ہر کام بنانے تھے۔

"یا اللہ! تُو نے مجھے گمراہی سے نکالا' مجھے اندھیروں سے نکالا' مجھے ہدایت کی دولت بِن مانگے عطا کی' مجھے اپنی اور اپنے حبیب کی سچی محبت نصیب کی۔ اے میرے اللہ! میرے گھر والوں کو بھی سیدھے راستے پر چلا دے' جیسے تو نے مجھے صراطِ مستقیم دکھائی۔ اے اللہ! یہ راہ ان کو بھی دکھا دے۔ مجھے آزمائشوں میں ثابت قدم رکھ۔ میرے والدین کے دل' میرے لیے نرم کر دے۔ ان کو ہدایت دے دے۔ یا اللہ! ان کو ہدایت دے دے..." اسماء کی آنکھ کسی کے رونے پر کھلی۔ اپنے ساتھ والی جگہ خالی دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھی تو حریم پر نظر پڑی تو وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اسماء نے گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے 3 بج رہے تھے۔ وہ چپ کر کے اس کی دعا سنتی رہی' پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔ ایک ننھا سا قطرہ اس کی آنکھ سے گر کر تکیہ میں جذب ہو چکا تھا۔

"حریم! حریم..." شگفتہ بیگم اس کو اونچی آواز میں پکارتی اس کے کمرے میں آئیں۔ حریم برقع اتارتے اتارتے رک گئی۔ وہ ابھی مدرسے سے آئی تھی۔

"جی' ماما!۔" اس نے حیرانی سے ماں کو دیکھا۔

"جلدی سے پورے گھر کی صفائی کرو' پھر آٹا گوندھ کر روٹیاں پکاؤ' ساتھ میں رات کے لیے سالن بھی بنانا شروع کر دو اور کچن میں ناشتے کے میلے برتن رکھے ہیں ان کو بھی صاف کر لو..." وہ ایک کے بعد ایک کام بتاتی چلی گئیں اور وہ بے بسی سے ماں کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ آج ماسی نہیں آئی تھی اور شگفتہ بیگم کو بھڑاس نکالنے کا پورا موقع مل گیا تھا۔ وہ طنز سے اس کو کام کرتا دیکھ رہی تھیں: "اور جاؤ مدرسے..."

"حریم اوپر چھت سے کپڑے بھی اتارو..." حریم ابھی پورا کچن صاف کر کے نکلی ہی تھی کہ شگفتہ بیگم نے تحکمانہ انداز میں اس سے کہا۔ وہ درد بھری نظروں سے ماں کو دیکھتے ہوئے اوپر چلی گئی۔ شگفتہ بیگم بھی اوپر آگئیں۔ حریم کے چہرے پر تھکاوٹ صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ سیڑھیاں اترنے کے لیے ان کے پاس سے گزرنے لگی تو انھوں نے تلخ لہجے میں کہا: "ان سب کپڑوں کو استری بھی کر دو۔"

"ماما! آپ اسماء سے کہہ دیں' میں بہت تھک..." حریم دھیمے لہجے میں بات کر رہی تھی کہ ماں نے اس کو بات مکمل نہ کرنے دی۔

"چٹاخ... میرے سامنے زبان..." لیکن وہ بھی اپنی بات مکمل نہ کر سکیں' کیوں کہ حریم سیڑھیوں سے پھسلتی ہوئی نیچے جا گری تھی۔ اس کے سر سے خون بہہ کر اس کے کپڑوں کو رنگین کر رہا تھا اور وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

"حریم...!!" مسعود صاحب' اسماء اور سعد بھاگتے ہوئے اس کے قریب آئے تھے۔ سعد فوراً اس کو اٹھا کر گاڑی کی طرف بھاگا تھا اور اسماء بھی ان کے ساتھ تھی۔ مسعود صاحب نے غصے سے اوپر کی طرف شگفتہ بیگم کو دیکھا جن پر سکتہ طاری تھا اور وہ منہ پھیر کر چلے گئے۔ شگفتہ بیگم کو جیسے ہی ہوش آیا وہ نیچے کی طرف بھاگیں' لیکن اس وقت تک وہ لوگ حریم کو لے کر جا چکے تھے۔

"میرے مالک! میری بیٹی کو زندگی عطا کر دے۔ میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ وہ تو تیرے راستے پر چلی تھی۔ میں نے اس کو تیرے راستے پر چلنے سے روکنے کی کوشش کی۔ میں نے تیرے راستے پر چلنے کی وجہ سے اس کو بہت زیادہ اذیتیں دیں۔ میں جانتی ہوں وہ آپ کی محبوب بندی ہے' جب ہی تو آپ نے اس کو اپنا قرب نصیب کیا۔ اے میرے رب! مجھے معاف فرما دے۔ میری بچی کو صحت عطا فرما۔ اس کو عافیت کے ساتھ ہوش آ جائے۔ میں نے بہت بڑی غلطی کر لی میرے مالک! بہت بڑی" شگفتہ بیگم کتنے دنوں بعد اپنے اللہ کے سامنے بیٹھی تھیں۔ اس اللہ کے سامنے' جس اللہ کے راستے پر چلنے کی سزا انھوں نے اپنی چہیتی بیٹی کو دی تھی۔ آج اسی اللہ کے سامنے' اسی کے لیے بیٹھی تھیں اور بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ اللہ نے حریم کی دعائیں سن لی تھیں۔ اس کی ماں کا دل نرم ہو چکا تھا' لیکن وہ یہ منظر ابھی دیکھ نہیں سکتی تھی۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں تھی۔

مسعود صاحب آنکھیں موندے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ زبان مسلسل اللہ کے ذکر اور آنکھیں آنسوں بہانے میں مشغول تھیں۔

"ڈاکٹر صاحب! میری بچی کی طبیعت اب کیسی ہے؟ اس کو ہوش آگیا؟ اس کی حالت اب خطرے سے باہر ہے ناں؟" آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر کو نکلتے دیکھ کر وہ بے قراری سے ان کی طرف بڑھے' سعد اور اسماء بھی قریب آگئے۔

"مبارک ہو! آپ کی بیٹی کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔ اس کو ہوش آچکا ہے اور کچھ دیر تک اس کو وارڈ میں منتقل کر دیں گے۔" ڈاکٹر یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

"یا اللہ! تیرا شکر ہے۔" مسعود صاحب وہیں سجدے میں گر چکے تھے اور اسماء اور سعد کی آنکھوں میں تشکر کے آنسوں نمایاں تھے۔

حریم کو گھر آئے تیسرا دن تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر نیم دراز تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کا دل مسلسل اللہ کا شکر ادا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اللہ نے بے شک اس کو آزمائش میں ڈال کر' اس کے گھر والوں کو صراطِ مستقیم دکھا دی تھی۔ اس کے اللہ نے اس کی آزمائشیں کم کر دیں تھیں۔ اس کی دعائیں رنگ لے آئیں تھیں۔

"بیٹا اٹھو! یہ سوپ پی لو۔" شگفتہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شگفتہ بیگم اس کو پیار سے سوپ پلا رہی تھی۔

"ماما! سب چیزیں میں نے تیار کر لی ہیں۔ آپ بھی اب چینج کر لیں۔" اسماء نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! تم خود بھی چینج کر لو اور حریم اگر نیند آ رہی ہو تو سو جانا۔" شگفتہ بیگم اس کو پیار کر کے چلی گئیں۔

آج مسعود صاحب کے دوست اور ان کی بیگم نے حریم کی طبیعت پوچھنے کے لیے آنا تھا۔ "السلام علیکم بیٹا! کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" ایک بہت خوبصورت خاتون کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ حریم اٹھ کر بیٹھنے لگی۔

"ارے' ارے' لیٹی رہیں بیٹا!" انھوں نے اس کو اٹھنے سے منع کر دیا۔

"ماشاء اللہ! شگفتہ آپ نے تو اپنے گھر میں ہیرا چھپا کر رکھا ہوا ہے۔" عتیقہ بیگم کو سامنے بیٹھی' ماتھے پر پٹی باندھے یہ لڑکی پہلی نظر میں ہی اچھی لگی تھی۔ اس کے چہرے پر نور اور معصومیت واضح نظر آ رہی تھی۔

"آنٹی ہیرا تو ہوتا ہی چھپانے کے لیے ہے۔" اسماء نے برجستہ کہا تو وہ مسکرا دیں "کھانا لگ چکا ہے۔ آپ سب لوگ وہیں پہ آجائیں۔" اسماء نے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور حریم کو پیار کر کے کمرے سے نکل گئیں۔

"آپ کے دوست کی بیگم بہت اچھی تھیں۔ بہت پیار سے ہر ایک سے بات کر رہی تھیں۔ سلجھی ہوئی فیملی لگتی ہے مجھے" شگفتہ بیگم رات کے وقت مسعود صاحب کو بتا رہی تھیں۔ کھانے کی بھی خوب تعریف کی..." فون کی بیل نے ان کی بات کاٹ دی۔ "السلام علیکم!" انھوں نے ریسیور اٹھایا۔

(بقیہ ص 21 پر)

تہوار

وزیر ظفر

وہ مِس ذوبینہ کا پیریڈ اٹینڈ کر کے جوں ہی کلاس روم سے باہر آئی تو مہناز اور عائشہ اسے راہ داری کی سیڑھیوں پر رکھے گملوں کے پاس گم صم بیٹھی نظر آئی۔ وہ کبھی بھی کوئی پیریڈ مس نہیں کرتی تھی' آج طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اسے ایسا کرنا پڑا۔ وہ تیز تیز قدموں سے عائشہ کے قریب بیٹھ گئی۔

''عائشہ! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟'' اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''اب بہتر محسوس کر رہی ہوں۔'' عائشہ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

عزت مطمئن ہو کر سیل فون پر آئے میسج پڑھنے لگی۔ اچانک عائشہ نے عزت سے پوچھا: ''زندگی کا مزہ کس چیز میں ہے؟'' عائشہ نے پوچھا۔

''اِنجوائے منٹ میں۔'' عزت نے فوراً کہا۔

عائشہ نے عزت پر ایک بھرپور نظر ڈالی' جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس اسٹیپ کٹنگ بالوں کی ٹیل پونی باندھے وہ میسج میں مصروف تھی۔

''تمہیں شور و غل میں سکون مل جاتا ہے؟'' عائشہ نے نظروں کا زاویہ کالج کے گروپس کی صورت میں بیٹھے ہنسی مذاق کرتے لڑکے لڑکیوں کی جانب مذکور کرتے ہوئے سوال کیا۔

''ارے یار... زندگی کا نام ہی موج مستی اور ہنسی مذاق ہے۔ بتاؤ بھلا! اِسے بھرپور انداز میں کیوں نہ گزاریں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں سکون کس چیز میں ملتا ہے؟''

عزت نے اُلٹا عائشہ سے سوال کر ڈالا۔

''عبادتِ الٰہی میں۔'' عائشہ نے آنکھیں بند کر کے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''یار تم یہ کالج چھوڑ کر اسلامک سینٹر کیوں نہیں جوائن کر لیتیں' جہاں تم پر سکون رہو گی اور گناہوں سے بھی بچو گی اپنی مکمل زندگی اسوہ حسنہ کے مطابق گزارنا۔''

آنکھوں میں تمسخرانہ چمک لیے ہوئے عزت نے عائشہ کو مشورے سے نوازا۔

عائشہ دکھ بھری نگاہوں سے عزت کو دیکھتی رہ گئی۔

''کیا اب بھی عفان سے تمہاری ٹیلیفونک گفتگو صرف دوستی تک محدود ہے؟'' عائشہ نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''اوہ نو عائشہ! وہ ایسا ویسا لڑکا نہیں ہے۔ ہمیشہ دوستی کی حد میں رہ کر بات کرتا ہے۔'' عزت نے بہت رسان سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''لیکن میں تو...''

''پلیز عائشہ... اب مجھے لیکچر مت دینا کہ اسلام میں تو لڑکی کا غیر محرم کی طرف دیکھنا بھی گناہ کجا کہ دوستی یہ سب شیطان کا بہکاوا ہے' اس کی چالیں...''

موبائل پر بجتی ٹون نے خلل ڈالا' اتنے میں موبائل پر آئے میسج نے عزت کے ہونٹوں پر مسکان بکھیر دی۔ عائشہ نے ایک افسردہ نگاہ اس پر ڈالی' جس کا نام اس کے ماں باپ نے عزت رکھا تھا مگر اسے ذرا بھی عزت کا خیال نہیں تھا۔ عائشہ اور عزت کی دوستی 4 سال سے تھی۔ عائشہ کو پورے کالج میں سے یہ نٹ کھٹ بہت بھائی اور عزت تو تھی ہی یاروں کی یار' لیکن فطرتاً وہ بہت اچھی تھی۔ اس کے دوستوں میں اکثریت لڑکوں کی تھی' اس کی ہر چیز میں اپنی ہی منطق تھی۔ ویلینٹائن ڈے کے بارے میں کہتی کہ میں مانتی ہوں کہ یہ ایک غیر مذہب کا تہوار ہے' مگر یہ ہے اس دن خود بخود ہمارے دل جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ بھلا محبت کے اظہار کے لیے بھی کسی دن یا تاریخ مقرر ہوتی ہے یا پھر یہ کہ محبت کے اظہار کے لیے سال بھر انتظار کیا جائے' چاہے وہ انسان ہی چل بسے۔ یہ سوچ عائشہ کی تھی۔ عزت اپریل فول کے بارے میں کہتی کہ اگر ہم پورے سال میں ایک دن پرجوش انداز میں منالیں تو کیا حرج ہے۔ وہ تمام تہوار چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم بہت شوق سے مناتی تھی۔ وہ اپنے تمام بہنوں اور بھائیوں میں چھوٹی اور بہت لاڈلی تھی' مگر خودسر اور بدتمیز نہیں تھی۔ ان کا گھرانہ آزاد خیال گھرانہ تھا' اس لیے لڑکوں کی دوستی پر بھی کسی کو اعتراض نہ تھا۔

''ہیلو فرینڈز! ہاؤ آر یو؟ گلائیڈ ٹو لسن اینڈ واٹ اباؤٹ یو۔'' دوسری طرف سے کھنکتی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"آپ کی آواز سن کر میں بھی فریش فریش ہو گئی ہوں۔" عزت نے شوخی سے جواب دیا۔

"واقعی..." دوسری طرف سے شرارت سے تصدیق چاہی۔

"ارے یار کہاں گم ہو گئیں۔"

"کہیں نہیں۔" اس نے بے ساختہ کہا۔

"تھینکس گاڈ... یہ لڑکی کہیں گم نہیں ہوتی ورنہ میں اتنی اچھی دوست سے محرام ہو جاتا۔" عزت کا دل یکدم سکڑ کر پھیلا، یہ انداز یہی لہجہ تو اسے اپنا اس پر اثر کر چکا تھا، کہ کب دوستی کی حدود کراس کر کے آگے نکل آئی اور اسے خبر ہی نہ ہو سکی۔

رات کا دوسرا پہر تھا، پورا چاند سیاہ نگوں والی چادر لپیٹ کر اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت اپنی بہار لٹا رہا تھا۔ اس وقت گھر کے تمام مکین خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ جونہی گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئی نے 12 کا ہندسہ عبور کیا اور موبائل کی تیز کال نے عزت کی نیند میں خلل ڈالا۔ اس نے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھیں بامشکل کھولتے ہوئے یس کا بٹن آن کیا۔

"ہیلو!" عفان کی گمبھیر آواز سنائی دی۔

عزت کے تمام سوئے ہوئے اعصاب بیدار ہو گئے۔

"عفان! اس وقت فون... خیریت؟" وہ تشویش سے دریافت کر رہی تھی۔

"ہوں... آج نیند ہی نہیں آ رہی تھی، دل کر رہا تھا تم سے بہت ساری باتیں کروں۔"

"کیا... آئی مین کیسی باتیں؟"

وہی جو دل میں ہیں۔" اس کی آواز بوجھل ہو گئی۔

"کیا ہے دل میں؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"تمہیں برا تو نہیں لگے گا؟" سرگوشی میں پوچھا گیا۔

"نہیں تو۔" بے ساختہ منہ سے نکل گیا۔

"عزت... میں تم سے بے پناہ پیار کرتا ہوں۔"

اس نے انتہائی پیار سے کہا۔ "کب سے؟"

"شاید ٹھیک سے مجھے خود پتا نہیں، لیکن اتنا جانتا ہوں کہ میں تمہارے بن ادھورا ہوں۔" جذبوں سے بوجھل آواز آہستہ آہستہ اس کی سماعت میں امرت انڈیل رہی تھی۔

"کیا تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو عزت؟؟" وہ بھلا کیا کہتی، اس کی تو قوتِ گویائی سلب ہو گئی تھی۔

"پلیز بتاؤ ناں عزت! آج تمہارا اقرار میری زندگی اور تمہارا انکار میری موت ہو گا۔"

"اللہ نہ کرے عفان کہ تمہیں کچھ ہو..."

"تو پھر اقرار کرو ناں" انداز میں مان بھرا اصرار تھا۔

"ضروری ہے لفظوں کو سہارا بناؤں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

بس دل چاہ رہا ہے تم سے سننے کو، پلیز کچھ تو بولو۔"

"ہاں... تم بھی میرے دل میں میری ہر دھڑکن کے ساتھ دھڑکتے ہو، میری سانسوں میں مہکتے ہو، میری سوچوں کے سمندر میں صرف تم ہی تیرتے ہو۔" اس نے بھی مختصر، مگر بھرپور لفظوں میں حالِ دل بیان کیا۔ عفان تو اس کے اقرار پر جھوم اٹھا اور پھر خوشی سے بھرپور انداز میں گویا ہوا: "آج کالج میرے ساتھ، ٹھیک ہے۔"

"کہاں؟ اور میں آپ کو پہچانوں گی کیسے۔" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"تم دو بجے آکے دین پارک میں آجانا، گیٹ پر میں تمہیں خود پک کر لوں گا اور جہاں تک پہچاننے کی بات ہے تو پریٹی دل کی نظر سے دیکھو گی تو محبوب خود بخود اپنی پہچان کرا جاتا ہے۔ آؤ گی ناں؟؟"

"کوشش کروں گی۔"

"کیا... صرف کوشش؟؟" اس کے لبوں پہ بڑی دل فریب سی مسکراہٹ آگئی۔

"تمہیں آنا ہے اور ضرور آنا ہے۔" خوشی کی زیادتی کی وجہ سے نیند عزت کی آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی۔

پونے 2 بجے ہی وہ پارک کے گیٹ پر پہنچ گئی تھی، گلابی ٹراؤزر اور فیروزی ہاف سِلیو لیس شرٹ اور لانگ فیروزی دوپٹے کو رائٹ شولڈر پر ڈالے اپنے اسٹیپ کٹنگ بالوں کو کھلا کر کے ہلکے میک اپ میں بہت دل کش نظر آ رہی تھی۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی جہاں سوئی 2 کا ہندسہ عبور کر چکی تھی، مگر کہیں بھی کوئی ذی روح نظر نہیں آیا۔

"کیا پتا میری گھڑی غلط ہو یا پھر وہ سگنل پر لیٹ ہو گیا ہو۔" اس نے سوچا۔

اسے یہاں آئے پورے پانچ گھنٹے گزر گئے، مگر عفان کہیں نظر نہیں آیا۔

"عفان آجاؤ! تم ایسا کیسے کر سکتے ہو میرے ساتھ؟ مجھ سے اور انتظار نہیں ہو پا رہا۔" اس نے دل ہی دل میں کہا۔ اس سے پہلے کہ اس کو مزید سوچیں آتیں اس کا سیل بج اٹھا۔

"ہیلو فرینڈز! ہیپی اپریل فول..." عفان کی ہنسی میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

ہیپی اپریل فول کا لفظ اس کے دل میں نیزے کی طرح لگا اور اس کے جسم کو لہولہان کر گیا۔ اسے تو پتہ ہی نہ چلا کہ آج 1 اپریل ہے، وہ تو عفان سے ملنے کی خوشی میں سب کچھ فراموش کر گئی تھی۔ تضحیک اور بے وقعتی کے احساس سے اس کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی صورت میں اس کے چہرے پر بکھرتے چلے گئے۔

"عزت کیا ہوا؟ خاموش کیوں ہو؟؟"

"کچھ نہیں۔" وہ اشکوں اور جذبات پر قابو پاتے ہی بہ مشکل نارمل لہجے میں بولی۔

اچانک اسے پڑھی ہوئی بات یاد آگئی کہ جب کوئی تم سے محبت کا دعویدار تمہاری آنکھوں میں لکھی تحریر نہ پڑھ سکے تو اس کے سامنے لفظوں کا سہارا خاموش محبت کو اشتہار بنانے کے مترادف ہے۔

"عزت! تمہیں میرا مذاق برا تو نہیں لگا؟ ویسے مجھے پتا ہے تم بہت ذہین لڑکی ہو، میرے مذاق کو سمجھ گئی ہو گی۔" وہ نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔ عزت ہاتھ سے آنسو صاف کرتے ہوئے ٹھوس لہجے میں گویا ہوئی۔

"اف کورس فرینڈ! مجھے آپ کا مذاق رات کو ہی سمجھ میں آگیا تھا، تبھی تو اس خوبصورت مذاق میں آپ کا ساتھ دیا۔ آخر اپنا بھرم بھی تو رکھنا تھا نا۔" آج اسے احساس ہوا کہ عائشہ کتنا سچ کہتی تھی کہ ہمارے مذہب میں صرف دو تہوار ہیں، باقی سارے غیر مسلموں کی چالیں ہیں، سب شیطان کی چالیں ہیں۔ ہمارا مذہب کبھی غیر محرم سے فضول گفتگو کی اجازت نہیں دیتا کجا کہ دوستی کی۔

ہماری صحابیات، تو نابینا صحابی سے بھی پردہ میں بات کرتی تھیں اور آج ایک غیر محرم کے ساتھ دوستی کی جاتی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے نفس اور نظروں پر کنٹرول ہے تو پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم بہت نیک ہیں۔ آج عزت، عائشہ کے ساتھ عبایہ میں یونیورسٹی آئی آج اسے اپنا آپ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

بیشک اللہ جسے چاہے اندھیروں سے روشنیوں کی طرف لے جاتا ہے۔

فرض شناسی

سویرا فلک

”بھائی! دعا کیجیے گا میرے لیے۔“ماریہ نے اپنے بیگ میں قلم اور امتحانی گتّہ (بورڈ) رکھتے ہوئے کہا۔وہ میٹرک کی طالبہ تھی۔

”ہاں ہاں کیوں نہیں۔اپنی بہن کے لیے دعا کے ساتھ ساتھ جو کچھ ہو سکا ہم ضرور کریں گے۔تم اطمینان سے امتحان دینا۔“ماریہ کے بھائی عامر نے معنیٰ خیز ہنسی ہنستے ہوئے کہا تو جواباً ماریہ بھی مسکراتی ہوئی اپنا بیگ اٹھا کر پرچہ دینے کے لیے روانہ ہو گئی۔وہ کمرۂ امتحان میں پہنچی تو بہت مطمئن تھی کیوں کہ اس کی تیاری کافی اچھی تھی۔اگرچہ انگریزی کا پرچہ ہونے کے باعث ٗبہت سی طالبات گھبرائی ہوئی تھیں اور صرف وہ طالبات ہی مطمئن نظر آ رہی تھیں ٗجنہوں نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا تھا اور آج پرچے کے وقت ٗان کی تیاری بھرپور تھی۔

تھوڑی دیر میں پرچہ شروع ہو گیا۔امتحانی سوالات دیکھ کر ماریہ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے پرچہ حل کرنا شروع کر دیا ٗکیوں کہ اسے تقریباً تمام ہی سوالوں کے جواب آتے تھے۔وہ انتہائی اطمینان سے پرچہ حل کر رہی تھی کہ اچانک کمرۂ امتحان میں بھگدڑ مچ گئی۔دراصل کچھ لڑکے امتحان گاہ میں گھس آئے تھے اور طالبات کو حل شدہ پرچہ تقسیم کر رہے تھے۔کمرۂ امتحان میں موجود استاد کو ایک لڑکے نے پستول دکھا کر خاموش رہنے کو کہا۔اسی اثنا میں ایک لڑکا جو شکل سے ماریہ کو جانا پہچانا لگ رہا تھا ٗماریہ کے پاس آیا اور حل شدہ پرچہ اسے تھماتے ہوئے کہا: ”باجی! یہ پرچہ آپ کے لیے انسپکٹر عامر نے بھجوایا ہے۔“

ماریہ کو اس کی آواز اور لہجہ سن کر یاد آیا کہ یہ سادہ لباس میں موجود اس کے بھائی انسپکٹر عامر کا ماتحت ہے ٗجو اکثر عامر کے ساتھ اس کی پولیس موبائل میں موجود دِکھتا ہے اور جب کبھی عامر گھر اچانک کسی کام سے آتا تو وہ بھی چائے وغیرہ پینے آ جاتا تھا۔اسی کے ساتھ ماریہ کو عامر کی صبح والی بات بھی یاد آ گئی تو وہ سارا معاملہ سمجھ گئی کہ دراصل یہ افرا تفری اس کے بھائی عامر کی پھیلائی ہوئی ہے ٗمگر وقتی طور پر موقع کی مناسبت دیکھتے ہوئے اس نے خاموشی سے وہ پرچہ لے لیا اور جب لڑکے کلاس سے نکل گئے تو پرچہ پھاڑ کر پھینک دیا اور اپنا پرچہ دیانت داری سے حل کرنے لگی اور وہ یہ دیکھ کر بہت حیران اور خوش بھی ہوئی کہ بہت سی نیک سیرت اور ہونہار طالبات نے اس کی پیروی بھی کی ٗکیوں کہ ان سب کا ایمان تھا کہ اللہ انھیں دیکھ رہا ہے۔

پرچہ ختم ہونے کے بعد جب ماریہ گھر پہنچی تو اس کی امی نے پوچھا: ”میری ذہین اور محنتی بیٹی کا پرچہ کیسا ہوا؟“تو ماریہ نے بیگ الماری میں رکھتے ہوئے کہا: ”اللہ کا شکر ہے امی ٗامتحان بہت اچھا ہو گیا۔“تب ہی اس کا بھائی عامر جو کچن میں موجود تھا ٗکیوں کہ کچن کمرے سے قریب تھا تو ان کی باتیں سن کر وہیں چلا آیا اور قہقہہ لگاتے ہوئے بولا: ”پرچہ تو اچھا ہونا ہی تھا ٗہم نے جو مدد کی تھی۔داد نہیں دو گی ہمیں؟“عامر نے مصنوعی کالر کھڑے کرتے ہوئے پوچھا۔”داد...ہاں کیوں نہیں!! ضرور دوں گی داد ٗمگر اس لیے نہیں کہ آپ نے مجھے نقل کروانے کے لیے پرچے بھجوائے ٗبل کہ اس لیے کہ اپنے فرض کو کیا خوب نبھایا ہے آپ نے۔پولیس کا کام تو لوگوں کو برے کاموں سے روکنا ٗبرائی پر سزا دینا اور دیانت داری کا راستہ دکھانا ہے اور آپ جیسے لوگ ٗاس مقدس پیشے کو بدنام کر رہے ہیں۔“ماریہ انتہائی غصے میں تھی۔

”تم کیا ناراض ہو اپنے بھائی سے؟ میں نے تو تمہیں خوش کرنے کے لیے یہ سب کیا تھا۔“عامر نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔اسے ماریہ سے ایسے ردِّعمل کی توقع نہیں تھی۔”بھائی...! شرم آتی ہے اب مجھے آپ کو اپنا بھائی کہتے ہوئے۔پہلے مجھے فخر تھا کہ میرا بھائی میرے وطن کا بیٹا ہے ٗلیکن آپ تو وطن کے غدّار نکلے اور میرا سَر شرم سے جھکا دیا۔آپ مجھے خوش کرنے کے بجائے اپنے اللہ کو خوش کرنے کی کوشش کریں جس کے ہم سب جواب دہ ہیں ٗاپنے اپنے فرائض کے حوالے سے۔“ماریہ یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور عامر کا سَر یہ سوچ کر شرمندگی سے جھک گیا کہ ”واقعی وہ اپنے فرض کو بھول گیا تھا۔“

8 Parus Plastic Pg35

مدرسے کی برکت

سیف الرحمن، 12 سال، کلاس ون بی، کراچی

پرانے زمانے کا ذکر ہے کہ ایک آدمی بہت بڑا چور تھا۔ وہ روزانہ کسی نہ کسی گھر میں چوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا' جب وہ بڑا ہوا تو اس نے اس کو ایک مدرسہ میں داخل کروایا۔ جب وہ بہت کچھ پڑھ چکا تو اس کے باپ نے سوچا' اسے پڑھ لکھ کر کیا فائدہ ہوگا' کیوں نہ یہ بھی میرے ساتھ چوری کرے۔ تو اس نے اس کو مدرسہ سے نکال دیا۔

ایک دن اس نے ایک بہت امیر آدمی کے گھر میں چوری کرنے کا پروگرام بنایا اور اس نے اپنے بیٹے کو بھی ساتھ میں ملالیا۔

اس نے اپنے بیٹے سے کہا: "دیکھو! میں چوری کروں گا اور تم دیکھنا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ اگر کوئی مجھے دیکھ لے تو تم چلانا' ابو...ابو۔"

بیٹے نے کہا: "صحیح ہے۔" جب اس نے چوری شروع کی تو اچانک اس کا بیٹا چیخا: "ابو...ابو۔"

اس کے باپ نے جب یہ سنا تو فوراً اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور بھاگ گیا۔ جب وہ تھوڑا سا دور گیا تو رک گیا اور اپنے پیچھے دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔

باپ نے پوچھا: "پیچھے تو کوئی بھی ہمیں نہیں دیکھ رہا۔" تو بیٹے نے اپنے باپ کو جواب دیا: "کیا ہوا کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا' مگر اللہ تو دیکھ رہا ہے نا۔"

یہ سننا تھا کہ اس کا باپ زاروقطار رویا اور اللہ سے معافی مانگی اور ہمیشہ کے لیے چوری کرنا چھوڑ دی۔

عبدالشہید، 13 سال، شعبہ حفظ بیت السلام کراچی

ناخن اور گدگدی

ساجد کو گدگدی بہت ہوتی تھی' اس لیے وہ اپنے پاؤں کے ناخن نہیں کٹواتا تھا۔ اس کے پاؤں کے ناخن بے حد بڑھ گئے تھے۔

اماں کہتیں: "آؤ بیٹا! تمہارے ناخن کاٹ دوں۔" تو ساجد بھاگ جاتا۔ لمبے لمبے تیز ناخنوں نے ساجد کے سب موزے پھاڑ ڈالے۔

اماں خفا ہوتیں اور ساجد کو ڈانٹ پڑتی۔ ایک دن نانی اماں آئیں۔ اماں نے نانی اماں کو بتایا کہ ساجد بات نہیں مانتا' اپنے پاؤں کے ناخن نہیں کٹواتا۔

نانی اماں نے ساجد سے پوچھا: "بیٹا! ناخن کاٹ دوں؟" ساجد بولا: "نہیں نانی اماں! مجھے گدگدی ہوتی ہے' اسی لیے میں ناخن نہیں کٹواتا۔"

نانی کچھ نہ بولیں۔ انھوں نے ساجد کو اپنے پاس لٹایا اور اسے مزے کی کہانیاں پڑھ کر سنائیں۔ دوسرے دن جب ساجد سو کر اٹھا تو اس کی نظر اپنے پاؤں کے ناخنوں پر پڑی۔ "ارے یہ کیا' سب ناخن کٹ چکے۔" نانی اماں نے سوئے ہوئے ساجد کے سب ناخن چپکے سے کاٹ ڈالے تھے۔

دعا واجد، 9 سال، کلاس ششم، کراچی

جویریہ حسین، 8 سال، کلاس اول، کراچی

محمد حمزہ، 9 سال، کے جی ٹو، کراچی

محمد یونس، جامعہ بیت السلام تلہ گنگ

بچوں کے فن پارے

حسنین بن محمد ہارون

سمیہ، 12 سال، کلاس پنجم، کراچی اپریل 2017

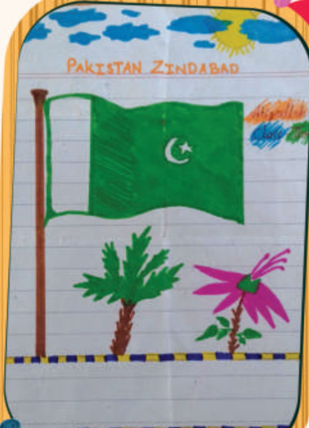

عتیق اللہ، 8 سال، کلاس سوم، کراچی

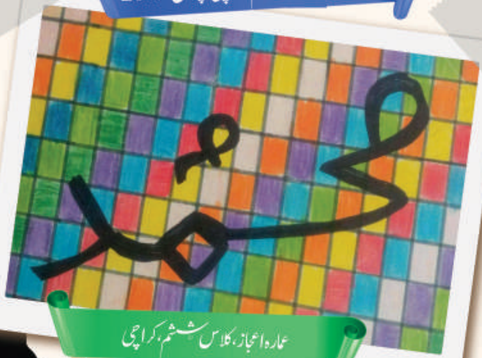

عمارہ اعجاز، کلاس ششم، کراچی

عبداللہ، 6 سال، کے جی ٹو، کراچی

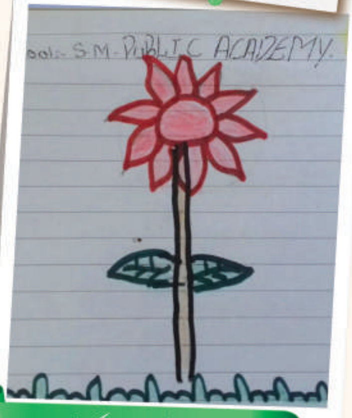

جویریہ اختر، کلاس سوم، کراچی

ایک چھوٹی سی بات

پیارے بچو! حضرت ثابت بنانیؒ حافظِ حدیث ہیں، وہ اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے گی۔ فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے اور یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہے تو مجھے بھی ہو جائے۔

ابو سنانؒ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں اُن لوگوں میں تھا، جنھوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے قبر کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو اُس نے مجھے کہا: چپ ہو جاؤ۔ دفن کے بعد اُن کے گھر جا کر تحقیق کی تو پتا چلا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما دے۔

دیکھا پیارے بچو! کس قدر نماز کا شوق تھا انھیں، کہ قبر میں بھی نماز کو مانگا۔

تتلی

میں ہوں تتلی رنگ برنگی
پر بھی میرے ہیں سَت رنگی
اُڑتی پھروں میں یہاں وہاں
دیکھتی رہتی ہوں سارا جہاں
پھولوں کا میں رَس چراؤں
بچوں کو بھی میں بھاؤں
بچے میرے پیچھے بھاگیں
اور میں اُن کو خوب بھگاؤں
تتلی ہوں میں نازک سی
کسی کے بھی ہاتھ نہ آؤں

مرسلہ: امرینہ سہیل گجرات

ماہنامہ فہمِ دین اپریل کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: ملکِ شام سے آنے والے بے سہارا لوگوں کے ساتھ ترکی حکومت نے کیسا معاملہ کیا؟

سوال نمبر 2: آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو آخری وصیت کیا فرمائی؟

سوال نمبر 3: طاہرہ کے ابو اس کے لیے کیا لائے تھے؟

سوال نمبر 4: تکلیف اور مصیبت کے وقت کیا دعا پڑھی جائے؟

سوال نمبر 5: دانیال کی کس غلطی نے اس کی جان لی؟

سوال نمبر 6: عبادت سے کیا ملتا ہے اور خدمت سے کیا ملتا ہے؟

فروری کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: حضرت حذیفہؓ نے نوالہ اٹھا کر کھالیا۔

سوال نمبر 2: 23 سال

سوال نمبر 3: مسجد میں امام صاحب کی تقریر سن کر۔

سوال نمبر 4: اُمِّ ایمن

سوال نمبر 5: بونے نے

سوال نمبر 6: خواب کی تین قسمیں ہیں: 1۔ اللہ کی طرف سے بشارت۔ 2۔ خیالی باتیں۔ 3۔ شیطان کا خوف زدہ کرنا۔

فروری کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... ثنا، 13 سال، کلاس ہشتم، کراچی
2... محمد مصطفیٰ نور محمد، 9 سال، شعبہ حفظ، کراچی
3... فرقانہ فاطمہ، کلاس نہم، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھے گا، ورنہ وہ قابل اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

ظفر کے ظروف

ڈاکٹر الماس روحی

ظرافت نگر ایک ایسا گاؤں تھا، جہاں ہنستے مسکراتے لوگ رہتے تھے۔ اس گاؤں میں کسانوں کے دو سو کے قریب گھرانے تھے۔ گاؤں کے درمیان میں ایک اسکول تھا۔ ایک شفاخانہ اور چند دکانیں تھیں۔ گاؤں کے چاروں طرف کھیت تھے۔ کسان سورج نکلنے سے پہلے جاگتے تھے۔ فجر کی نماز پڑھتے ہی کھیتوں پر نکل جاتے اور ظہر کی اذان تک کھیتی باڑی کرتے تھے۔ ان کسانوں میں ایک ظہور نام کا بھی ایک کسان تھا جو کہ ایک ظریف انسان تھا اور اچھے ظن کا مالک تھا۔ وہ سب کی بھلائی چاہتا تھا۔ کھیتوں میں بھینسوں سے ہل چلاتا اور ان میں دھان سبزی اور گنے اگاتا تھا۔ اس گاؤں میں ناریل، بانس، کیلے اور دوسرے پھل دار درخت ڈھیروں لگے تھے۔ تازہ اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں نے یہاں کے لوگوں کی صحت کو اچھار کھا ہوا تھا۔ لوگ خوش خوش رہتے تھے۔

ظہور کا ایک ہی بیٹا تھا جو بہت چھوٹا تھا۔ اس کا نام ظہیر تھا۔ ظہیر کو ظہور نے ایک ایسا بٹیر لا کر دیا تھا جو اس سے باتیں کرتا تھا اور اپنی پیاری سی نکیلی چونچ سے چاندی کی کٹوری میں پانی پیتا تھا اور جب وہ اور پرندوں سے لڑتا تو میدان میں ٹھاٹھ سے آتا اور زمین ہلا دیتا۔ سامنے والے مرغ کی چونچ پکڑ کر ایسا مروڑتا کہ وہ بھاگ جاتا۔ کبھی تیتر کو ایسا جھنجھوڑی دے کر مقابلے میں ہرا دیتا۔ لوگ ”ہو، ہو، ہو، واہ میرے شیر، واہ کیا مارا، شاباش میرے لعل، جیو میرے ہیرو“ کے نعرے لگاتے۔ اس بٹیر نے اپنی بہادری سے ظرافت نگر میں بڑی عزت پائی۔ وہ بزرگ پرندہ بن گیا ”ظبرو“ کہلانے لگا۔ ظہیر سے یہ بٹیر کھیلتا اور پوچھتا: ”دوبیر! تم تیسے بچے ہو؟“

ظہیر اس کی بات سمجھتا اور ہنستا: ”دوبیر نہیں ظہیر، میں اچھا بچہ ہوں۔“

وہ مشورہ بہت اچھا دیتا تھا۔ ظہور کا ایک دوست تھا جس کا نام ظفر تھا جو ایک ظروف ساز تھا۔ لوگ اس کے برتن نہیں خریدتے تھے۔ آخر اس نے بٹیر سے پوچھا تو بٹیر نے اسے ایک ہنر بتایا جس سے ظفر کے بنائے ہوئے برتن خوبصورت لگنے لگے تھے۔ وہ اللہ کا نام لے کر برتن بناتا اور ان برتنوں کو مختلف رنگوں سے سجاتا۔ رنگ برنگے برتن لوگ شوق سے خریدنے لگے۔ اس کے بنائے ہوئے برتنوں میں برکت تھی۔ جو وہ ظروف خریدتا اس کا برتن کبھی بھی خالی نہ رہتا۔ مٹکا اور صراحی لوگ اسی سے خریدتے تھے۔ اس میں پانی بہت ٹھنڈا رہتا تھا۔ شام کو اکثر لوگ اس ظروف ساز کی دکان کے آس پاس آکر بیٹھ جاتے۔ کوئی چارپائی پر، کوئی تھلے کے پاس، کوئی بیری کے پیڑ کے نیچے زمین پر بیٹھ جاتا۔ کسی کے پاس لوہے کی ٹوٹی ہوئی کرسی ہوتی، کسی کے حصے میں لکڑی کا پیڑہ آتا، کوئی اینٹ پر بیٹھ جاتا اور کوئی نوکیلے پتھر پر بیٹھتے بیٹھتے گر جاتا۔ کوئی نہ کوئی اسے اٹھاتا اور اپنے پاس بٹھا دیتا۔ ظفر کی دکان کے آس پاس بیٹھے بوڑھے حقے کا کش لگا کر گڑ گڑ کرتے۔ جوان بیڑی پیتے اور کھو کھو کرتے، کوئی غصہ کرتا اور کوئی ہنستا مسکراتا۔ لوگ دن بھر کی تھکان ہنس بول کر اتار دیتے۔ ظاہر دار بیگ اس گاؤں کا زمین دار تھا جو کہ بہت ہی رحم دل تھا۔ اور کا بیٹا ظل حیدر شہر سے گاؤں کیا آیا، اب گاؤں کے لوگ پریشان رہنے لگے۔ وہ غریبوں پر ظلم ڈھاتا تھا۔ اچانک ایک دن اس نے ظفر کی دکان بند کروا دی اور اس کے سارے برتن توڑ ڈالے۔ اس ظلم پر ظفر بہت رویا۔ دکھی ظفر کا ساتھ اس بٹیر نے دیا جو ظہیر کا دوست تھا۔ ایک دن ظل حیدر شکار پر گیا۔ ابھی وہ ساحل پر معصوم پرندوں کو اپنی بندوق کا نشانہ بنا رہا تھا کہ اچانک بٹیر (ظبرو) آیا۔ اس نے تیزی سے اس کی آنکھ پر اپنی نوکیلی چونچ ماری اور اڑتا چلا گیا۔ اس واقعے کے بعد ظل حیدر شہر واپس چلا گیا۔ ظفر نے پھر سے ظروف سازی کی اور لوگ اس کی دکان سے برتن خریدنے لگے۔ یوں ظرافت نگر میں لوگ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

ظرافت	ہنسنا، مسکرانا
ظن	گمان
ظریف	سمجھ دار
ظرف	برتن

اتفاق میں برکت ہے

اُمِّ زین العابدین

جنگل میں صبح سے بارش ہورہی تھی۔ سبز مخملیں گھاس پر بارش کے ننھے قطرے اپنی خوب صورتی بکھیر رہے تھے، مگر اس حسین موسم میں بھی جنگل سُوناسُونا لگ رہا تھا۔ سب جانور اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ جنگل میں ہُو کا عالم تھا۔ دراصل خوف کی ایک فضا تھی جو چاروں سُو پھیلی ہوئی تھی۔

گذشتہ چند ماہ سے دشمنوں کا ایک گروہ اس جنگل پر قبضہ کیے بیٹھا تھا، جن کا مقصد جانوروں کے لیے انتہائی خطرناک تھا۔ شہر سے آئے چند انسان قیمتی جانور اغوا کر کے اپنے چڑیا گھروں کی زینت بنانا چاہتے تھے۔ پانڈا اور مور اس حادثے کا شکار ہوچکے تھے، حالاں کہ ان کی قیمتی نسل پہلے ہی ناپید ہونے کے قریب تھی۔ اسی خوف کے پیشِ نظر دن کی روشنی میں اِکّا دُکّا جانور اور چند پرندے اُڑتے نظر آجاتے۔ اب جنگل کے سب جانور تنگ آچکے تھے اور اس بات پر غور و فکر کرنے لگے کہ انسان نما دشمن سے پناہ کیسے حاصل کی جائے۔ اسی سلسلے میں ایک میٹنگ رکھی گئی، جس میں کچھ جانور جمع ہوئے اور جنگل کے بادشاہ شیر کے پاس حاضر ہوئے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی کہ ہرن اور ہاتھی پہلے ہی ہجرت کر کے کسی اور جنگل میں پناہ حاصل کر چکے ہیں تو بادشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنا آبائی جنگل چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے، بل کہ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آبائی رہائش گاہ کو چھوڑنا کوئی عقل مندی نہیں، لہٰذا کوئی ایسی ترکیب سوچی جائے، جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

خرگوش میّاں جو اب کافی بوڑھے ہوچکے تھے، انھوں نے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے فرمایا: ”بادشاہ سلامت! میرے خیال میں تو ہم پر یہ مصیبت ہمارے اپنے ہی ہاتھوں آئی ہے، کیوں کہ ہم اپنے بڑوں سے ہمیشہ یہ سنتے ہوئے آرہے ہیں کہ اللہ کو جھگڑا سخت ناپسند ہے۔ جھگڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ ناراضی کی وجہ سے بعض ایسے دشمن مسلّط کر دیتا ہے، جس سے بچنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ میرے خیال میں جب سے جنگل کے جانور آپس میں ذرا ذرا سی بات پر لڑنے لگے ہیں، تب سے جنگل کا سکون تباہ و برباد ہوگیا ہے۔ دوسرا دشمن کا خوف ہر وقت ہمارے سروں پر منڈلاتا رہتا ہے۔ آپ ایک دن مقرر کر کے سب جانوروں سے اجتماعی طور پر توبہ کروائیں اور عہد لیں کہ آئندہ مل جُل کر رہیں گے۔“

لومڑی کو خرگوش میّاں کی تجویز بہت پسند آئی اور اس نے بھی اپنی رائے کا ظہار کرنا ضروری سمجھا کہ ”بادشاہ سلامت! آپ جانوروں کے ہر قبیلے سے ایک ایک سردار کو منتخب کریں جو دشمنوں سے مقابلے کے لیے اپنے اپنے قبیلے کو تیار کر کے اپنا فرض ادا کریں۔ اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔ میرے امی ابو ہمیشہ مجھے یہ سمجھاتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب مل کر اس مشکل کا حل نکالیں۔“ بادشاہ کو خرگوش اور لومڑی کی یہ تجاویز بہت پسند آئیں۔

آخر جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ صبح کے وقت سب جانور جمع ہوئے۔ ہاتھی، بندر، چیتا، ہرن، چوہا، کچھوا، عقاب، تیتر اور جانور اور پرندوں کی ہر نسل سے ایک ایک سردار پہلے سے وہاں موجود تھا۔ بادشاہ کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سب جانوروں نے وقت کی پابندی کی ہے۔ اب بادشاہ کو یقین ہوچکا تھا کہ کام یابی ہمارا مقدر ہوگی، کیوں کہ وقت کی پابندی کرنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

تمام سرداروں نے یہ مشورہ دیا کہ شام کو سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے جنگل سے دشمن کا صفایا ہوجانا چاہیے۔ بادشاہ سلامت نے پہلے تو سب جانوروں اور پرندوں سے اجتماعی طور پر توبہ کروائی کہ اب کبھی جھگڑا نہیں کریں گے اور ہمیشہ مل جُل کر رہیں گے۔ اس کے بعد سب نے یہ تہیہ بھی کیا کہ مقابلے کے وقت ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑنا۔

جب سورج ڈھلنے لگا تو چوہے نے دشمن کے ٹھکانے کا پتہ لگایا اور چیتا اور ہرن نے بندر کے ساتھ مل کر دشمن کے خیمے کے آگے سے حملہ کیا۔ دشمن کو اس اچانک حملے کی خبر نہ تھی، لہٰذا وہ فوری طور پر سنبھل نہ پائے، کہ ہاتھی، لومڑی اور کتے نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ دشمن نے بھاگنا چاہا تو سانپ اور بچھو نے اپنا کام کر دکھایا، کسی نے ٹانگ پر کاٹا تو کسی نے کمر پر ڈس لیا۔ دشمن سر پر پیر رکھ کر ایسے بھاگے کہ اپنا سامان تک لینے کا ان کو کوئی ہوش نہ رہا، آخر سب جانور ہنسنے لگے۔ خرگوش اور لومڑی کی بروقت تدبیر سے دشمن سے نجات ممکن ہوئی تھی، لہٰذا سب نے انھیں دادِ تحسین پیش کی۔ ایک بار پھر سے جنگل میں امن و امان قائم ہوگیا اور سب جانور اور پرندے مل جُل کر ہنسی خوشی رہنے لگے۔

سچ ہی کہتے ہیں اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔

9
Parvez
Omar
Pg41

نبھایا خوب مولانا! امامت کا فریضہ ہے

عبدالوحید

البدر ہائر سیکنڈری اسکول حفاظ برانچ ون (جناب محمد عارف رشید' پرنسپل اور تمام رفقا) کی جانب سے یہ نظم بیت السلام اور اس کے تمام منتظمین خصوصاً حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ کی خدمت میں اولمپیاڈ 2017 کے انعقاد کے موقع پر بطور شکریہ پیش کی گئی۔

سوئے مشرق وہ دیکھو' آسماں پر اِک ستارا ہے
کہ جگ مگ جس کے دَم سے' ہو گیا آفاق سارا ہے
دِلوں پر حکم رَانی کا مزا کیا خوب پایا ہے
نِبھایا خوب مولانا (حَفِظَہُ اللہ)! امامت کا فریضہ ہے
غریبوں' بے سہاروں سے محبت بے مثال اُن کی
سروں پر بے کسوں کے' کون ایسے ہاتھ رکھتا ہے؟
جہاں بادِ صبا سے چار سُو گلشن معطّر ہیں
وہ ہے بیت السلام' اِس کا ہر اِک گوشہ نرالا ہے
یہاں انسان کا کِردار جب اَفلاک چھُوتا ہے
فرِشتے مسکراتے ہیں' اُدھر شیطان جلتا ہے
یہاں صحرا میں یک دَم "بدر" جیسے گُل مہکتے ہیں
ہزاروں سال نرگس کی طرح انسان روتا ہے
نہیں تفریق کوئی بھی' یہاں پر دین و دُنیا کی
برابر علم ہر دَو کا' یہاں تقسیم ہوتا ہے
یہاں تعلیم کا مقصد' نہیں ہے ڈگریاں لینا
یہاں کردار سازی سے بھرا ماحول ملتا ہے
زُبانیں شہد سی شیریں یہاں رکھتے مُعلّم ہیں
تو لہجوں میں وہ نرماہٹ کہ گویا پانی ٹھہرا ہے
کسی مردہ روایت کو یہاں پُوجا نہیں جاتا
رویّوں میں یہاں مثبت تغیّر لایا جاتا ہے
مرے اقبال کے شاہیں یہاں تیار ہوتے ہیں
جسے چلنا نہیں آتا' یہاں پرواز کرتا ہے
سلامت تا قیامت بس رہے بیت السلام اپنا
بڑھے لاکھوں گنا اس سے' ابھی جو اس کا چرچا ہے

زندگی

جوہر عباد

کیا ہے نعمت تیری یا خدا زندگی
ہر نفس کے لیے دِل رُبا زندگی
ہے یہ تحفۂ قدرت سبھی کے لیے
قیمتی ہے بہت باخُدا زندگی
سب اُسی کا کرم ہے، اسی کی عطا
دیکھتے ہیں جو ہم جا بجا زندگی
ہر گھڑی خود کو تیار رکھا کرو
کیوں کہ لے امتحاں بارہا زندگی
جس پہ مولا کرے اپنا فضل و کرم
اس کی بنتی ہے پھر کیا سے کیا زندگی
ہے یہی آرزو و تمنا میری
کر دوں یارب! میں تجھ پہ فِدا زندگی
جو بھی چلتے ہیں راہِ ہدایت پہ لوگ
ہے انھی کے لیے تو ضیا زندگی
سمجھو مہلت اِسے اور کرو نیکیاں
ساتھ دیتی نہیں ہے سدا زندگی
اپنے رب کے لیے جو ہوئے ہیں شہید
وہ ہی پائیں گے دائم بقا زندگی
مال رہ جاتا ہے سب دھرے کا دھرا
موت کرتی ہے جونہی جُدا زندگی
سیکھو اِس سے کہ یہ بھی اِک اُستاد ہے
دے سبق روز بے انتہا زندگی
سب ضعیفوں کی کیجیے مدد جن کی ہے
ٹمٹماتا ہوا اک دِیا زندگی
مرنے والوں سے پوچھو جو خواہش کوئی
وہ نہ مانگے کچھ ماسوا زندگی
ہوگا ہر ایک پَل کا حساب و کتاب
الغرض ہے جزا و سزا زندگی
یا خدا! سب کو دیجیے عمرِ دراز
میری سب کے لیے ہے دُعا زندگی
کم سے کم اس کی تعریف جوہرؔ یہ ہے
نسلِ آدم کا ہے سلسلہ زندگی

آج کے مومن کی شان

ہے آج کے مومن کی کئی شان کئی آن
بے حس ہے کہ بے بس ہے کہ بزدل ہے مسلمان
مل جائیں نہ آپس میں کہیں سارے مسلمان
فحاشی و عریانی و بدکاری و دولت
یہ راز بھی کب راز رہا آج کہ مومن
تھی اپنی شناخت اس کی کسی دور میں لیکن
مومن پہ چڑھائی کا ملے حکم تو لبیک
وہ حال معیشت کا کیا اہلِ ہوس نے
قرآن کے احکام پہ چلنا ہوا مشکل
اک حصہ جدا کر دیا اس ملک کا ہم نے
اغیار کی یاری میں اٹھائیں گے خوشی سے
اسلام کہاں آج مسلمان میں موجود

ہے آج کے مومن کی کئی شان کئی آن
بے حس ہے کہ بے بس ہے کہ بزدل ہے مسلمان
مل جائیں نہ آپس میں کہیں سارے مسلمان
فحاشی و عریانی و بدکاری و دولت
یہ راز بھی کب راز رہا آج کہ مومن
تھی اپنی شناخت اس کی کسی دور میں لیکن
مومن پہ چڑھائی کا ملے حکم تو لبیک
وہ حال معیشت کا کیا اہلِ ہوس نے
قرآن کے احکام پہ چلنا ہوا مشکل
اک حصہ جدا کر دیا اس ملک کا ہم نے
اغیار کی یاری میں اٹھائیں گے خوشی سے
اسلام کہاں آج مسلمان میں موجود

گلدستہ

تیرے بغیر

سارا چمن اجڑ گیا ہے تیرے بغیر
پھیکی ہے گلوں کی خوش بُو تیرے بغیر
لگتا نہیں دِل مرا اس جہاں میں
عالم ہے ویران سارا تیرے بغیر
اے پھول! آ کھِل کے دِکھا چمن میں
میں وہ بلبل، چین نہیں جسے تیرے بغیر
دِید میں تیری، یاد میں تیری ڈُوب جائے
دِل مرا، ہے بے تاب تیرے بغیر
غمِ آشنائی کو لگا لیا ہے ہم نے گلے
رہ گیا ہے بس یہی کام تیرے بغیر
دِل مرا جل رہا، سینہ ہے پُر سوز
برس رہی ہے بارانِ اشک تیرے بغیر
نہیں کوئی میرا اس جہاں میں تیرے سوا
کیسے جیوں گا تو ہی بتا، تیرے بغیر
ہے تمنا بس جائے تو دِل میں میرے
الٰہی اب جیا نہیں جاتا تیرے بغیر

علی محمد، متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

زباں پہ حرفِ ثنا صبح و شام آپ ﷺ کا ہے
ہمیں جو جان سے پیارا ہے نام آپ ﷺ کا ہے
جو لے کے آتا ہے، پھولوں کے ہار آتا ہے
قدم قدم پہ یہ سب اہتمام آپ ﷺ کا ہے
ہیں یوں تو اور بھی شیریں زباں زمانے میں
ہر ایک شخص سے میٹھا کلام آپ ﷺ کا ہے
پھر اِس کے بعد سبھی ہیں سلام آپ ﷺ کے نام
تمام خلق پہ پہلا کلام آپ ﷺ کا ہے
دکھائی دینے لگی راہِ مستقیم ہمیں
امام آپ ہیں آقا، یہ کام آپ ﷺ کا ہے
پیامِ خیر فقط آج ہی کی بات نہیں
یہ سلسلہ تو ازل سے تمام آپ ﷺ کا ہے
بلندیاں ہیں بہت آسماں کے اوپر بھی
بلندیوں سے بھی اُونچا مقام آپ ﷺ کا ہے
حضور ﷺ آپ ہیں زندہ ابد سے آگے بھی
بقا بھی آپ کی ہے اور دوام آپ ﷺ کا ہے
چٹخ کے ٹوٹ گئے اور سارے جام و سبُو
مگر جمیلؔ کے ہاتھوں میں جام آپ ﷺ کا ہے

جمیلؔ ملک

امتِ مسلمہ سے وقت کا اہم تقاضا

آج امتِ مسلمہ سخت مصائب کا شکار ہے، لہٰذا ایسے میں وقت کا تقاضا ہم سے یہ ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں، اپنے ایمان و عمل کو قرآنی تعلیمات کے مطابق بنائیں۔ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں قرآن کی احکامات کو نافذ کریں۔ فانی دُنیا کے مسحور کن مظاہر سے متاثر ہونے کے بجائے اُخروی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کا سامان کریں۔ نہ ختم ہونے والی ابدی حیات کو فانی زندگی پر ترجیح دیں۔ اغیار خصوصاً مغربی طور طریقوں کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب و ثقافت کو اپنائیں۔ نئی نسل کو گم راہی کے راستوں پر چلنے کے لیے آزاد چھوڑنے کے بجائے انھیں دینی تعلیمات اور اسلامی افکار و نظریات سے رُوشناس کرائیں۔ ان کے عقائد و اعمال کو سنواریں۔ انھیں لا دینیت پر مبنی تعلیم سے دُور رکھیں، تاکہ وہ مستقبل میں پکّے سچے مسلمان کا کردار ادا کرتے ہوئے اِشاعتِ دین اور غلبۂ اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ امتِ محمدیہ ﷺ کی اہم ترین ضرورت وحدتِ امّت ہے۔ تمام مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اتحاد کو قائم کریں۔ فرقہ واریت اور فروعی اختلافات کو چھوڑ کر ایک ہوجائیں، کیوں کہ بھیڑیا اسی بھیڑ کو اُچکتا ہے، جو ریوڑ سے جدا ہو جاتا ہے۔ جب مسلمان ایک طاقت بن جائیں گے تو یقیناً دشمن دُنیا میں کہیں بھی ہمارا بال بیکا تک نہ کرسکے گااور وہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو دیکھ کر اپنے ناپاک ارادوں سے باز رہے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

مرسلہ: بنتِ عامر، طالبہ مرکز فہمِ دین کراچی

عربی زبان کی معجزانہ خصوصیت

قرآن مجید کے لیے عربی زبان کو اختیار کرنے کی ایک انتہائی اہم اور دِل چسپ معجزانہ وجہ ہے، وہ یہ کہ لسانیات کی تاریخ میں یہ زبان اپنی نوعیت کی منفرد زبان ہے۔ اس کی ایک انفرادیت خصوصیت یہ ہے کہ یہ زبان گزشتہ سولہ سو سال سے بغیر کسی ردّ وبدل کے آج تک موجود ہے۔ دنیا کی ہر زبان دو تین سو سال بعد تبدیلی کے عمل سے گزرنے لگتی ہے اور پانچ سو سال بعد مکمل طور پر تبدیل ہو جاتی ہے۔ آپ سب نے انگریزی پڑھی، جب میں نے بی اے کا امتحان دیا تھاتو نصاب کی کتاب میں چوسر کی نظمیں ہوا کرتی تھیں، جن کا کوئی سر پیر سمجھ میں نہیں آتا تھا ، نہ اِن کا کوئی لفظ لغت کی کتابوں میں ملتا تھا، نہ گرائمر کا کوئی اُصول اس پر چلتا تھااور نہ ہی ہجّے (spelling) وہ ہوتے تھے، جو آج ہیں۔ کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کیا زبان ہے؟ انگریزی کی کتاب میں لکھا تھا، اس لیے مجبوراً مانتے تھے کہ یہ انگریزی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ ان نظموں کو انگریزی زبان کی نظمیں مانا جائے۔ یہ تو انگریزی کا حال ہے، جو آج کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان سمجھی جاتی ہے۔یہی حال اُردو زبان کا ہے ۔ آج سے تین سو سال قبل جو اُردو بولی جاتی تھی، وہ آج نہیں بولی جاتی اور جو آج بولی جاتی ہے، وہ تین سوسال بعد نہیں بولی جائے گی۔ لیکن اس عام قاعدے سے واحد استثنا عربی زبان ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کی وِلادت سے 300 سال قبل جو زبان بولی جاتی تھی، وہ وہی زبان ہے، جو آج بولی اور لکھی جا رہی ہے۔ میں نے کئی مرتبہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک لوگوں سے یہ بات کہی ہے کہ اگر آج جناب عبدِ مناف ابنِ قصی یعنی رسول اللہ ﷺ کے دادا کے دادایعنی جناب عبدالمطلب کے دادا دُنیا میں تشریف لے آئیں تو رُوئے زمین پر جہاں ان کا جی چاہے، چلے جائیں، انھیں ان کی زبان بولنے اور سمجھنے والے مل جائیں گے،یہاں تک کہ ماسکو اور واشنگٹن میں بھی ایسے لوگ مل جائیں گے، جو وہ زبان بولتے ہوں گے، جو جناب قصی بولا کرتے تھے،لیکن اگر آج چوسر نکل کر آجائے، جو جناب عبدمناف کے 1200 سال کے بعد کا ہے تو اسے انگلستان میں بھی کوئی راستہ بتانے والا نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ وہ زبان جو چوسر بولتا تھا، وہ عرصہ ہوا، مٹ گئی۔ لسانیات کی تاریخ میں عربی وہ واحد زبان ہے، جسے رسول اللہ ﷺ کی وِلادت سے 300 سال قبل تیار کر کے رکھ لیا گیا تھا،کہ اس زبان میں قرآن مجید نازل کیا جائے گااور پیغمبر آخر الزمان ﷺ مبعوث کیے جائیں گے، جو اس زبان کوبولیں گے۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس زبان کے قواعدوضوابط، اس کی لغت، اس کے الفاظ، اس کے ضرب الامثال، اس کی گرائمر، اس کا محاورہ، اس کا اُسلوب ، غرض اس کی ہر چیز جوں کی توں چلی آرہی ہے۔ دُنیا کی ہر بڑی علمی لائبریری میں آپ کو عربی زبان کی کتابیں ملیں گی۔ اُٹھا کر دیکھ لیں، معلوم ہو جائے گا کہ عربی زبان کی یہ انفرادیت کہاں تک برقرار ہے۔قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ کہ ہم نے اس قرآن کو عربی میں اس لیے نازل کیا، کہ تم سمجھ سکو۔ ظاہر ہے کہ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ کا یہ اعلان ہمارے لیے ہے۔ اُس زمانے کے عرب تو سمجھ ہی رہے تھے۔

(ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ قرآنی، ص: 115)

آپ کے اشعار

علاج دردِ دل تم سے، مسیحا، ہو نہیں سکتا
تم اچھا کر نہیں سکتے، میں اچھا ہو نہیں سکتا
مضطر خیر آبادی

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر ذکر کرتا ہے خدا کا اس زمانے میں
اکبر الٰہ آبادی

غنچوں کے مسکرانے پہ کہتے ہیں ہنس کے پھول
اپنا کرو خیال، ہماری تو کٹ گئی
شاد عظیم آبادی

راستی سیدھی سڑک ہے، جس میں کچھ کھٹکا نہیں
کوئی راہ رو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں
اسماعیل میرٹھی

ہم نہ کہتے تھے کہ حالیؔ چپ رہو
راست گوئی میں ہے رُسوائی بہت
الطاف حسین حالیؔ

اپنی نظر میں ہیچ ہے سارے جہاں کی سیر
دِل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا، کہاں کی سیر
نواب میرزا خان داغؔ

کیا ہماری نماز، کیا روزہ
بخش دینے کے سو بہانے ہیں
میر مہدی مجروحؔ

نالۂ بلبلِ شیدا تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو، مری باری آئی
جوہر فرّخ آبادی

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہؔ
ہے آگ سی جو سینے کے اندر لگی ہوئی
مصطفی خاں شیفتہؔ

اگر بخشے زہے قسمت، نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے، جو مزاجِ یار میں آئے
اصغر خاں اصغرؔ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اپریل 2017ء بمطابق رجب المرجب 1438ھ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے شامی متاثرین میں راشن اور کھلونے تقسیم کیے

ترکی کے شہر ملاتیا میں واقع دس ہزار سے زیادہ آبادی والے کیمپ میں ملاتیا کے نائب گورنر نے بھی حصہ لیا

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی امدادی ٹیم ترکی میں مظلوم شامی بھائیوں کی خدمت میں مصروف عمل ہے گزشتہ روز ترکی کے شہر ملاتیا میں مہاجرین کے دس ہزار سے زیادہ آبادی والے کیمپ میں اس امدادی ٹیم نے راشن اور بچوں میں کھلونے تقسیم کیے ٹرسٹ کی امدادی ٹیم جب اس کیمپ میں پہنچی تو ملاتیا کے نائب گورنر نے کیمپ کے دروازے پر اس کا استقبال کیا، اور تقسیم کے عمل میں ذاتی طور پر ٹیم کا ساتھ دیا۔

جامعہ بیت السلام تلہ گنگ نے اولمپیاڈ 2017 میں پہلی پوزیشن حاصل کی

ایونٹ ایک ہفتہ جاری رہا، 20 مقابلوں میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ شریک ہوئے، اختتامی تقریب میں پوزیشن لینے والوں میں انعامات تقسیم کیے گئے

کراچی (نمائندہ خصوصی) 32 مدارس اور اسکولوں کے ایک ہزار سے زیادہ طلبہ کے درمیان 7 اسپورٹس اور 13 اکیڈمک مقابلوں میں مجموعی طور پر جامعہ بیت السلام فیز ٹو (تلہ گنگ) نے پہلی پوزیشن حاصل کی 'یہ مقابلے بیت السلام اولمپیاڈ 2017 ایک ہفتہ جاری رہے 13 سے 18 فروری کے دوران ہونے والے ان مقابلوں کی میزبانی انٹیلیکٹ اسکول نے کی 'اختتامی تقریب ساحل سمندر کے قریب ایک فنکشن ہال دی پام میں انجام پائی جہاں پوزیشن ہولڈر طلبہ میں انعامات تقسیم کیے گئے 'جو کیش 'ٹرافی اور شیلڈ کی شکل میں تھے' مہمان خصوصی جامعہ دارلعلوم کراچی کے مفتی زبیر اشرف عثمانی نے طلبہ میں انعامات اور ایوارڈ تقسیم کیے۔ بیت السلام اولمپیاڈ کو 12 کے لگ بھگ اداروں نے اسپانسر کیا۔

جامعہ بیت السلام کراچی تلہ گنگ شش ماہی امتحان کے نتائج حسب سابق شاندار رہے

کیمپس 1 کے 385، کیمپس 2 کے 249 طلبہ نے امتحان میں حصہ لیا 43 طلبہ نے پوزیشن لی، 270 طلبہ ممتاز رہے

درجہ اولی کے عذیر خان اور درجہ ثانیہ کے محمد انور نے 98 فی صد نمبر لے کر بالترتیب کیمپس اور ٹو میں پہلی پوزیشن حاصل کی

کراچی + تلہ گنگ (پ ر) جامعہ بیت السلام کیمپس 1 کراچی اور کیمپس 2 تلہ گنگ میں ہونے والے ششماہی امتحان کے نتائج حسب سابق بہت اچھے رہے 'کیمپس 1 کراچی میں درس نظامی اور عصری تعلیم کے کل 385 طلبہ امتحان میں شریک ہوئے ' جس میں 141 طلبہ درجہ ممتاز میں کامیاب رہے' 152 طلبہ نے جید جدا میں کامیابی حاصل کی' 5 طلبہ مقبول جب کہ 14 طلبہ ناکام رہے 'کیمپس 1 کے 21 طلبہ نے پوزیشن حاصل کی' درجہ اولی جونیئر کے عزیر خان نے 98 فی صد نمبر لے کر پورے مدرسے میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ دوسری جانب کیمپس ٹو تلہ گنگ میں کل 250 طلبہ نے امتحان میں شرکت کی ،جس میں 129 طلبہ ممتاز رہے' 97 طلبہ جید جدا میں کامیاب قرار دیے گئے ' 18 طلبہ نے درجہ جید میں کامیاب قرار پائے' 6 طلبہ مقبول رہے 'کوئی طالب علم ناکام نہیں ہوا۔ کیمپس ٹو میں 22 طلبہ نے پوزیشن حاصل کی' یہاں درجہ ثانیہ کے محمد انور نے 98 فی صد نمبر حاصل کر کے پہلی پوزیشن حاصل کی ۔ دریں اثنا دونوں کیمپس کے نتائج کا اعلان ایک سادہ' باوقار تقریب کے دوران کیا گیا' پوزیشن ہولڈر طلبہ نے رئیس الجامعہ سے انعامات وصول کیے 'رئیس الجامعہ کے مختصر بیان اور دعائیہ کلمات پر ان تقریبات کا اختتام ہوا۔

10

Junaid jamshed

11

Brighto

49

Back Cover